پاک جمہوریت

لاہور

جنوری۔فروری ۲۰۱۲ء

Scanned with CamScanner
CamScanner

حکومت پنجاب، سندھ، خیبر پختونخوا اور بلوچستان کے محکمہ تعلیم کی طرف سے سکولوں اور لائبریریوں کے لیے منظور شدہ

وزارتِ اطلاعات ونشریات کا جریدہ

پاک جمہوریت
لاہور

جلد	شمارہ نمبر		رجسٹرڈ نمبر
53	1	جنوری۔فروری 2012ء	CPL 39

نگرانِ اعلیٰ:
غزنی خان

نگران:
ثمینہ نور

مدیرِاعلیٰ:
سید عاصم حسنین

مجلس ادارت:
حنا ملک
محمد نعیم احمد

تزئین: ملک وسیم نذیر، مظہر عالم، محمد یونس، ضوریز اختر

ڈائریکٹوریٹ جنرل آف فلم اینڈ پبلی کیشنز
46، ایبک بلاک، گارڈن ٹاؤن، لاہور
فون:
مدیر 042-35941405
انتظامیہ 042-35941406

قیمت عام شمارہ 10 روپے زرسالانہ 100 روپے

فہرست

حمد باری تعالیٰ	شفیق ارم
نعت	ظفر اکبر آبادی
سیرت نبویؐ ایک مکمل ضابطۂ حیات	پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن
حضرت محمد ﷺ بحیثیت رحمۃ اللعالمین	مولانا سید محمد عبدالخبیر آزاد
شہیدِ قائدِ عوام کا قافلہ	میاں محمد ندیم
مفاہمت......اسلام، جمہوریت اور مغرب	بے نظیر بھٹو مترجم: جہانگیر بدر
پاکستان پیپلز پارٹی اور کشمیر	ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان، وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات
مسئلہ کشمیر اور حکومت سے توقعات	سرفراز انور صفی
حکومتی کارکردگی، تصویری جھلکیاں	
مسئلہ کشمیر، اعتدال پسندی کے بغیر حل ممکن نہیں	اسرار اختر
ایران سے قربت اور وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی کا دورہ	اسد اللہ غالب
وفاقی کابینہ کے ایک سو اجلاس......اعلیٰ کارکردگی کی مثال	سعید منہاس
بلوچستان ترقیاتی پیکیج......صوبے کی ترقی کے لئے پیپلز پارٹی کی حکومت کے عملی اقدامات	محمود ابرو
جب زنجیریں ٹوٹ گئیں	بشیر واثق
عالمی امن فورس میں پاکستان کا کردار	نجم شاہ
خواتین کے حقوق کے تحفظ کا بل۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کی ایک اور کامیابی	عائشہ ارشد
حب الوطنی کا تقاضا......ایک قومی سوچ کی ضرورت	پروفیسر جمیل یوسف زئی
لاہور کے تاریخی مقبرے	ناصر زیدی

ادارہ مطبوعات پاکستان نے امپرنٹ پرنٹرلاہور سے چھپواکر 46، ایبک بلاک، گارڈن ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

Scanned with CamScanner

حمد

وہ مالک ہے، سبھی انعام اس کے
محبت سے چھلکتے جام اس کے

زمین و آسماں پر کہکشائیں
گلوں پر خوبصورت نام اس کے

میں بندہ ہوں، میں بندہ ہوں اسی کا
میرے چاروں طرف اِکرام اس کے

دلوں پر حکمرانی صرف اس کی
لبوں پر تذکرے ہیں عام اس کے

گھروں میں رونقیں اس کے کرم سے
نظر میں شوخیوں کے جام اس کے

ارمؔ جیسی ہزاروں سیرگاہیں
ارمؔ پر ہیں بہت انعام اس کے

شفیق ارمؔ

نعت

چار سُو روشنی جا بجا روشنی
ہے مدینے میں بے انتہا روشنی

اس طرح کر رہے ہیں مسافر، سفر
راہِ طیبہ میں ہے رہنما روشنی

ہے مدینے کا ماحول صلِ علیٰ
تا بہ حدِ نظر ہے ہوا، روشنی

وہؐ ہیں بدر الدُجیٰ وہ ہیں شمس الضحیٰ
ہے زمانے میں اُن کی عطا روشنی

صدقۂ حُبِ خیرالوریٰ میں ظفرؔ
مل گئی دل کو حد سے سِوا روشنی

ظفرؔ اکبرآبادی

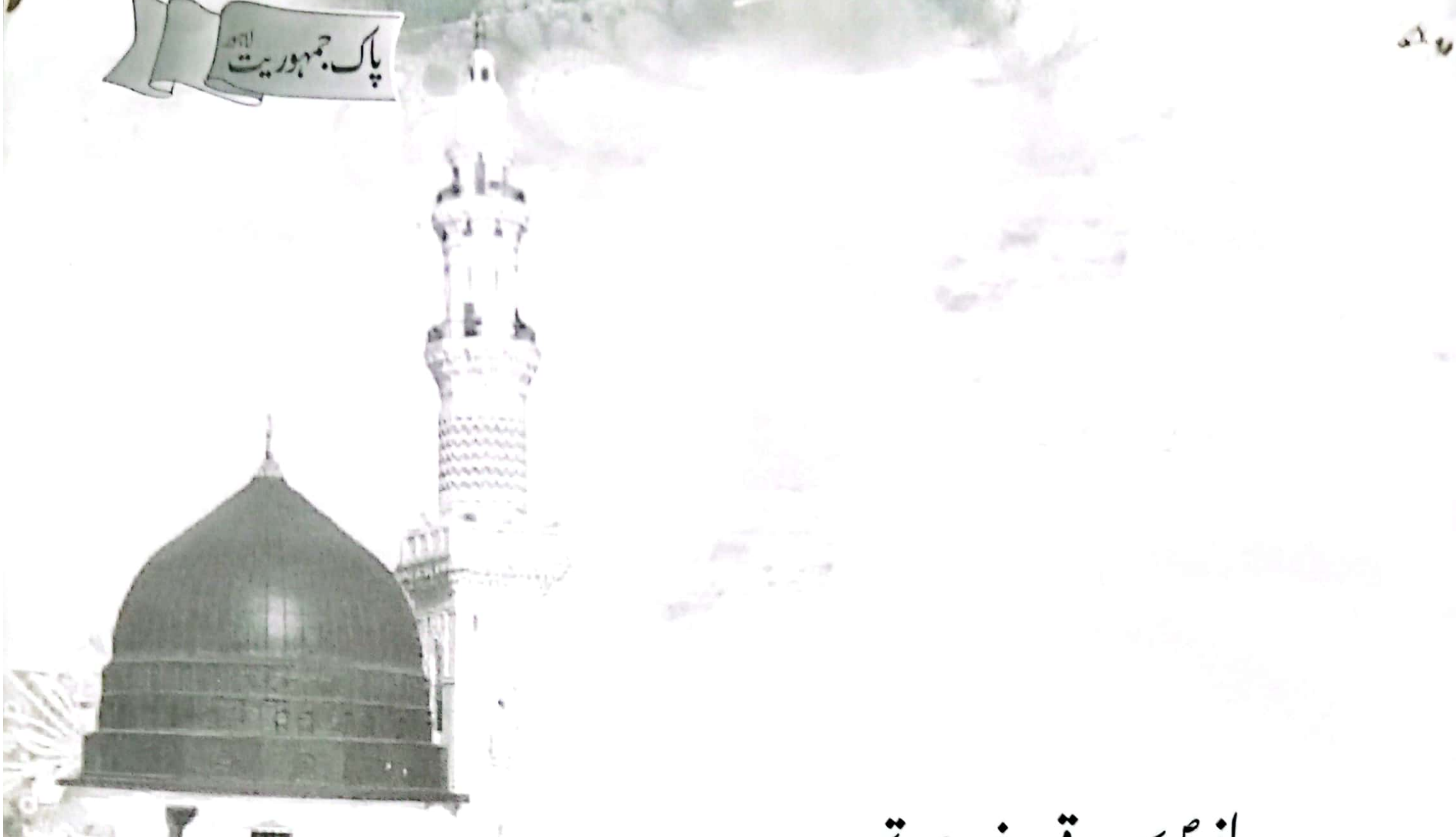

عید میلاد النبیؐ کے موقع پر خصوصی تحریر

سیرت نبویؐ ایک مکمل ضابطۂ حیات

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن

اسلام محض تخیلات ، مابعد الطبعیاتی تصورات، موہوم عقائد، حقیقی اور عملی زندگی سے ماورا نظریات ، چند رسمی عبادات اور مجرد آئیڈیلزم کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقی، عملی، جامع ، ہمہ جہت ، ہمہ گیر اور مکمل دین ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے اور حیاتِ انسانی کا کوئی بھی شعبہ اس کی تعلیمات و ہدایات سے خالی اور اس کی گرفت سے باہر نہیں ہے ۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ سے بعض مشرکین نے (طنز و تمسخر کے طور پر) کہا کہ ’’تمہارے نبی ﷺ نے تو تمہیں سب کچھ سکھا دیا ہے یہاں تک کہ قضائے حاجت کا طریقہ بھی‘‘، انہوں نے کہا’’ ہاں بالکل، ہمیں ہمارے نبیؐ نے قضائے حاجت کے وقت قبلہ رو بیٹھنے ، دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے اور گوبر یا ہڈی سے استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے اور (کامل صفائی کے لئے) تین بار استنجا کرنے کا حکم دیا ہے‘‘ ۔حدیث پاک کا منشا‘‘ یہ ہے کہ جس ہادیؐ کی تعلیمات اور عملی ہدایات سے بظاہر زندگی کا یہ سب سے غیر اہم شعبہ خالی نہیں ہے تو زندگی کے دیگر اہم شعبوں کو وہ کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ نفاذ اسلام کی جانب نیم دلانہ اور جزوی اقدامات بعض اوقات منفی نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔ سیکولر نظام، مزاج اور ماحول میں کسی ایک شعبۂ زندگی میں اسلام کا پیوند لگانے سے اسلام کی کامل روحانی و مادی برکات کبھی حاصل نہیں ہوسکتیں۔ اسی لئے بعض صحابہ کرامؓ نے جو یہودیت سے اسلام میں داخل ہوئے تھے، یہ اجازت چاہی کہ وہ اسلام کے ساتھ ساتھ اپنے سابق مذہب کی بعض تعلیمات پر بھی عمل پیرا رہیں گے تو انہیں واشگاف الفاظ میں بتا دیا گیا کہ: ’’اے اہل

ایمان! مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، بلاشبہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، (البقرہ آیت نمبر ۲۰۸)''۔ اسلام محض فلسفیانہ موشگافیوں کا نام نہیں بلکہ یہ عملی مذہب ہے، عملیت اس کی شرطِ لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے مومنو! وہ بات کہتے ہی کیوں ہو جو کرتے نہیں ہو'' (الصف، آیت نمبر۲،۳)''۔

قرآن مجید میں ان علماءِ بنی اسرائیل کی شدید مذمت کی گئی ہے جو قول و عمل کے تضاد کا شکار تھے۔ لوگوں کو خوبصورت و دلکش وعظ و نصیحت کرتے تھے لیکن ان کا اپنا عمل اس کے برعکس ہوتا۔ ارشاد فرمایا: ''تو کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، تو کیا تم (قول و عمل کے اس تضاد کو) سمجھتے نہیں ہو'' (البقرہ آیت نمبر۴۴)''۔

جماعت انبیاء و مرسلین میں صرف ختم المرسلینؐ کو یہ امتیاز اور انفرادیت حاصل ہے کہ از ولادتِ مبارکہ تا وصالِ مبارک آپؐ کی سیرتِ طیبہ کا ہر لمحہ کتب احادیث اور تاریخ کے سب سے معتبر و مستند ریکارڈ میں محفوظ ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ جتنی جامعیت (Comprehensiveness) اور کاملیت (Perfection) اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا فرمائی ہے وہ تاریخ انسانیت کی کسی اور شخصیت میں مجتمع نہیں ہے۔ آپ کی سیرت طیبہ میں اتنی کاملیت (Perfection) اور تنوع (Variety) ہے جو صرف اور صرف آپ ﷺ ہی کا خاصہ ہے۔ اسی لئے قرآن نے واضح اعلان کر دیا: ''بے شک اللہ کے رسولؐ (کی سیرت پاک) میں تمہارے لئے بہترین نمونہ (عمل) ہے (الاحزاب نمبر۳۳ آیت نمبر۲۱)''۔

بندگی کی معراج یہ ہے کہ انسان اللہ کا سچا مُحِب بن جائے لیکن ربّ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے اس سے بھی بڑے مرتبے کی بشارت (یعنی محبوبیت باری تعالیٰ) عطا ہو رہی ہے، اس خوش نصیب صاحب ایمان کیلئے جو رسول اکرم ﷺ کی اطاعت و اتباع کو اپنا وطیرہ بنالے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''(اے حبیبؐ! اہل کتاب سے) کہہ دیجئے، اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ خود تمہیں اپنا محبوب بنالے گا''۔

لہٰذا اسلام میں نجات اور فلاح کا ایک ہی راستہ ہے، اتباعِ سنّت وسیرتِ نبویؐ۔ اس معیار و میزان سے ہٹ کر اگر کوئی شخص اللہ کی بندگی اور اطاعت کا اپنا خود ساختہ معیار اپنائے گا، خواہ نیک نیتی سے ہی کیوں نہ ہو، وہ قابل قبول نہیں ہو گا۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے، حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ''تین اشخاص ازواج مطہرات رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تا کہ ان سے نبی اکرمؐ کی عبادات کے معمولات معلوم کریں، جب انہیں حضور انور ﷺ کی عبادات کے معمولات بتائے گئے تو ایسا لگا کہ انہوں نے اسے کم سمجھا، آپس میں کہنے لگے کہ ہمیں نبی کریم ﷺ سے کیا نسبت؟ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں مغفرت کلی کی بشارت دے دی ہے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ آج کے بعد میں ساری ساری رات قیام کر کے نوافل پڑھتا رہوں گا، دوسرے نے کہا کہ میں آج کے بعد ہمیشہ نفلی روزے رکھوں گا اور کبھی بھی روزہ ترک نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا کہ میں اب تجرّد کی زندگی (Bachelor Life) گزاروں گا اور کبھی بھی شادی نہیں کروں گا۔ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو آپؐ نے ان سے فرمایا: ''تم لوگوں نے یہ بات کہی ہے؟، سنو! میں سب سے بڑا متقی ہوں اور اللہ تعالیٰ کا خوف سب سے زیادہ میرے ہی دل میں ہے، لیکن میرا معمول یہ ہے کہ میں کبھی نفلی روزے رکھتا ہوں اور کبھی چھوڑ دیتا ہوں، میں رات کو قیام کر کے نماز بھی پڑھتا ہوں اور کچھ دیر کے لئے سو بھی جاتا ہوں اور میں نے شادیاں بھی کر رکھی ہیں، سو جو میری سنت اور میرے طریق سے ہٹ کر عبادت الٰہی کا کوئی تصور اپنائے گا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں''۔

اس حدیث پاک سے چند باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ اسلام میں رہبانیت کا کوئی تصور نہیں کہ انسان دنیا سے کٹ کر اور بھر پور عملی

Scanned with CamScanner

زندگی کو ترک کر کے کنارہ کشی اختیار کرے اور ہمہ وقت عبادات میں مشغول رہے، کمال عبادت یہ ہے کہ انسان بھرپور عملی زندگی اختیار کرے، متاہل زندگی(Family Life) گزارے، سب انسانوں کے ساتھ تعلق جوڑ کر رہے، سب کے حقوق ادا کرے، انسانیت کے کام آئے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی عبادت کا حق بھی ادا کرے۔ اس طرح کی زندگی گزارنا پل صراط پر چلنے کے مترادف ہے، محض نفس کشی کا نام عبادت نہیں ہے۔

دوسری یہ کہ سرور عالم ﷺ نے بھرپور عملی زندگی گزاری، ازواج مطہرات کے حقوق بھی ادا کیے، فوجوں کی کمان بھی سنبھالی، مَنصبِ عدالت پر بھی فائز رہے، تجارت بھی کی، حکومت کی ذمے داریاں بھی سنبھالیں اور اس کے ساتھ ساتھ عبادت الہیٰ بھی انتہائی درجے کے انہماک اور خشوع وخضوع کے ساتھ انجام دیتے تھے۔

تیسری یہ کہ سیرت طیبہ سے ہٹ کر اور سنتِ مصطفیٰ ﷺ سے ماورا کوئی بھی عبادت، تقویٰ جو خود ساختہ تصورات پر مبنی ہو اور رہبانیت اللہ تعالیٰ کو قبول نہیں ہے۔ کیونکہ نماز پڑھنا، روزہ رکھنا اور حج کرنا بلاشبہ عبادات ہیں، اسلام کے اساسی ارکان ہیں، اصلِ دین ہیں لیکن یہ کُل دین نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ حکومت میں دیانت وامانت، منصب قضا پر فائز ہو کر انصاف کرنا، تجارت میں دیانت، حقوق العباد کی مکمل پاسداری اور جہاد، یہ سب امور بھی عبادات ہیں اور دین کا لازمی حصہ ہیں، ان سب کی ادائیگی سے ہی دین کی تکمیل ہوتی ہے۔

اعلیٰ اخلاقی اقدار اور دلکش تعلیمات تو سارے انبیاء کرام کی تعلیمات میں ملتی ہیں لیکن مبارک زندگیوں میں ایسے مواقع اور موڑ کم ہی آئے ہیں جہاں زندگی کے ہر شعبے میں ان سے عملی رہنمائی ملے، یہ شانِ امتیازی صرف اور صرف ذات پاک محمد ﷺ کو حاصل ہے کہ آپؐ نے ایسی بھرپور زندگی گزاری جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے اور ہر شعبۂ زندگی کے لئے آپؐ نے جو تعلیمات ارشاد فرمائیں انہیں اپنی سیرت طیبہ کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اخلاق نبوی ﷺ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ان کا اخلاق قرآن ہی ہے''، یعنی وہ تمام اخلاقی اقدار اور تعلیمات وہدایات جو قرآن مجید میں بصورت الفاظ موجود ہیں وہ سیرت طیبہ میں مجسم عملی شکل میں نظر آتی ہیں۔ علامہ اقبال نے اسی حقیقت کو اس شعر میں نہایت حسین انداز میں سمویا ہے۔

نگاہ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں، وہی یسیٰن وہی طٰہٰ

سطور ذیل میں ہم سیرت طیبہؐ سے تعلیمات نبوی کے چند عملی نمونے پیش کر رہے ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے چند فیصلہ کن پالیسی اعلانات ارشاد فرمائے، آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''آج سے عہد جاہلیت کی ہر باطل رسم کو میں اپنے قدموں تلے روندتا ہوں اور نسل در نسل جاری رہنے والے عہد جاہلیت کے تمام خونی انتقام کے سلسلے کو میں آج ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور اس کا آغاز میں اپنی ذات اور اپنے خاندان سے کرتا ہوں۔ سب سے پہلا خونی انتقام جسے میں معاف کرتا ہوں، وہ میرے اپنے خاندان کے ایک فرد، ایاس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کا ہے، وہ بنی سعد میں ایام شیرخوارگی میں تربیت پا رہے تھے کہ قبیلۂ ہذیل کے لوگوں نے انہیں قتل کر دیا تھا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: '' آج سے میں عہد جاہلیت کے تمام سودی واجبات کو کالعدم قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ بن عبدالمطلبؓ کے سارے کے سارے سودی مطالبات کو ختم کرتا ہوں''۔ واضح رہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کا اس دور میں بہت بڑا سودی کاروبار تھا۔

ایک بار قریش کی ایک بااثر شاخ قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود نے چوری کر لی تھی۔ قریش نے سوچا کہ قریشی خاتون کا ہاتھ کٹنے سے پورے قبیلے کی رسوائی ہو گی لہٰذا اس سے بچاؤ کی کوئی تدبیر کی جائے۔ انہوں نے باہمی مشورے سے حضرت اسامہؓ بن زید سے کہ

Scanned with CamScanner

جن کا لقب ''حب رسول اللہ ﷺ'' (یعنی محبوب رسول) تھا، کہا کہ وہ سفارش کریں، انہوں نے حضور ﷺ سے گزارش کی تو حضور ﷺ نے عالم غضب میں فرمایا: ''تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو؟'' پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا، دوران خطاب آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلی قومیں اس لئے تباہ و برباد ہوئیں کہ ان میں سے اگر کوئی با اثر آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا، اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کی جاتی۔ اللہ کی قسم (اگر بہ فرضِ محال) میری بیٹی فاطمہؓ نے بھی چوری کی ہوتی تو لازماً ان کا ہاتھ بھی کاٹا جاتا، (بخاری و مسلم)''۔ گویا سیرت طیبہ کا جو ہر قانون کی حکمرانی (Rule of Law) تھا نہ کہ حکمرانوں کا قانون (Law of Ruler)۔

اسلام اپنے عقیدے اور نظریات پر تصلّب یعنی نہایت شدّت اور مضبوطی سے قائم رہنے کو مستحسن قرار دیتا ہے لیکن تعصّب کی مطلقاً اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے عصبیّت کی طرف بلایا، جو عصبیّت کی خاطر لڑا اور جو عصبیت پر مرا وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔

رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! عصبیّت کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ''عصبیت یہ ہے کہ تو ظلم میں اپنے بھائی کا معاون اور مددگار بنے (یعنی نیکی میں معاونت کرنا نہ صرف باعث اجر ہے بلکہ قرآن میں اس کا صریح حکم دیا گیا ہے) مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد''۔

مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا: یا رسول اللہؐ! کوئی شخص اپنی قوم سے محبت کرتا ہے، کیا یہ بھی عصبیّت ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں، بلکہ عصبیّت یہ ہے کہ کوئی شخص ظلم میں اپنی قوم کا حامی و معاون بن جائے''۔ ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے کہ اسے ظلم سے بچایا جائے، ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ آپؐ نے فرمایا: ''ظالم بھائی کی مدد یہ ہے کہ اسے ظلم سے روکو'' (کیونکہ وہ ظلم کرکے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہا ہے)۔ اسلام نے یہ تصور ہرگز نہیں دیا کہ نبی ماورائے بشریت کوئی ہستی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو نوعِ انسانی میں اس لئے مبعوث فرمایا کہ وہ انسان کی ہدایت کے لئے نمونۂ کامل بنیں۔

اسی طرح اسلام نے یہ تصور بھی نہیں دیا کہ نبی انسانی جذبات سے عاری، ماورائے انسانیت کسی ہستی کا نام ہے۔ ختم المرسلین ﷺ نے ایک مثالی زندگی بسر کی۔ آپ ﷺ پیار بھی فرماتے تھے، ناگوار بات پر آپ ﷺ کو غصّہ بھی آتا تھا، مسرت آمیز لمحات پر آپ ﷺ مسرور بھی ہوتے تھے اور مصیبت کے لمحات میں دکھ بھی محسوس ہوتا تھا لیکن یہ سب کیفیات شرعی حدود میں، افراط و تفریط اور غلو سے پاک، توسط، توازن اور اعتدال میں ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ نے سوگ مناتے وقت حدودِ شرع کی پاس داری کی ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''جس نے عالم سوگ میں بے قابو ہوکر اپنے رخساروں پر تھپڑ مارے، گریبان چاک کیا اور عہد جاہلیت کی طرح اپنی میت کا جھوٹ اور مبالغہ آرائی کے ساتھ تذکرہ کیا، وہ ہم میں سے نہیں ہے''۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنے کسی عزیز کے فراق کا صدمہ محسوس کرنے کی نفی نہیں کی، ایسا ہوتا تو خلاف فطرت ہوتا جبکہ اسلام دین فطرت ہے۔ صحیح بخاری میں ہے، حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ (حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی مرض وفات کے موقع پر) حضور ﷺ کے ساتھ ہم (حضرت ابراہیم کے رضاعی والد) ابوسیف القین کے گھر میں داخل ہوئے، اس وقت حضرت ابراہیم پر سکرات موت کی کیفیت طاری تھی، صدمے کی بنا پر حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر عرض کیا؛ یا رسول اللہ! آپ ﷺ اور یہ کیفیت؟ (یعنی بے اختیار آنسوؤں کا جاری ہو جانا جب کہ آپ صبر و استقامت کا پہاڑ تھے ان کا خیال تھا کہ یہ تو کم ہمت لوگوں کا کام ہے) آپ ﷺ نے فرمایا ''یہ تو فطری شفقت ہے

اور ناگزیر ہے''، پھر آپؐ کی آنکھوں سے اور آنسو جاری ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''آنکھ روتی ہے اور دل غمگین ہوتا ہے، لیکن ہماری زبان سے رضائے ربّ کے خلاف کوئی بات نہیں نکلے گی''، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابراہیم! ہمیں آپ کی جدائی کا غم ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک اعرابی (بدّو) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، سیاق وسباق (Context) کا تقاضا یہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو کسی بچے کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تو اس نے (حیران ہو کر) پوچھا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کا بوسہ لیتے ہیں؟ ہم تو اپنے بچوں کا بوسہ نہیں لیتے، تو حضور انور ﷺ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے فطری شفقت ورحمت کا جذبہ نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں، (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم)''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے دین اسلام کو دین فطرت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ ایک حساس، متحرک (Dynamic) انسانی معاشرے کا دین ہے، جس میں رنج والم کے لمحات بھی آتے ہیں، مسرّت وانبساط کے مواقع بھی آتے ہیں، کبھی غیظ وغضب کے جذبات غالب ہوتے ہیں اور یہ سب فطرت انسانی کا لازمہ ہے۔ اسلام ان فطری تقاضوں کی نفی نہیں کرتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ ان مواقع پر (یعنی مسرت، نفرت یا غضب کے اظہار میں) انسان حدودِ شرع کو پامال نہ کرے۔ ایسے مواقع پر ان جذبات کو جبراً کچل دینا خلاف فطرت ہوتا اور انسان کی شخصیت کی نشو ونما مثبت خطوط پر نہ ہوتی بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ ان تمام فطری جذبات ومواقع کے اظہار کو حدود شرع کا پابند کر دے، نفس کے منہ زور گھوڑے کو شریعت کی لگام دے۔ بقول بہادر شاہ ظفر

ظفر آدمی اس کو نہ جانئے گا ہو وہ کیسا ہی صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حقیقت میں پہلوان وہ نہیں جو میدان میں اپنے مدمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ حقیقی اور کامل پہلوان وہ ہے جو شدید غضب کی کیفیّت میں اپنے جذبات پر قابو پالے''۔ انتقام کی ضد ''عفو'' ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت جلیلہ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی ان اوصافِ ربانی کا پیکر بنے۔ عالَمِ مجبوری میں معافی کمزوری کی علامت ہے لیکن انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دینا، یہ شان الوہیت ہے، رب کی صفتِ جلیلہ ہے۔

اسی طرح آپؐ نے ایک موقع پر تکبّر کی مذّمت فرمائی تو ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہؐ! ایک شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اس کے جوتے اچھے ہوں، (یعنی کیا یہ بھی علامتِ تکبّر ہے)؟، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور وہ حسن وجمال کو پسند فرماتا ہے، تکبر کا مطلب ہے حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا، (مشکوٰۃ وصحیح مسلم)''۔

آپؐ نے غلاموں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کی بہت تاکید فرمائی۔ ایک صحابی ابو مسعود انصاریؓ اپنے غلام کو کوڑے سے مار رہے تھے انہوں نے پیچھے سے ایک آواز سنی: ''جان لو اے ابو مسعود!، جان لو اے ابو مسعود!'' وہ کہتے ہیں کہ میں غصے کے غلبے کی وجہ سے بات کو سمجھ نہ پایا، اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہیں، ہیبت کی بنا پر میرے ہاتھ سے کوڑا گر گیا، حضورؐ نے فرمایا: ''ابو مسعود! جان لو کہ جتنا اختیار تجھے اس غلام پر ہے، اس سے زیادہ قدرت واختیار اللہ کو تم پر ہے''، میں نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! اب یہ غلام اللہ کی رضا کے لئے آزاد ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم یہ نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہیں جلاتی، (مشکوٰۃ وصحیح مسلم)''۔ حضور انور ﷺ کا اپنا بھی یہی طرز عمل تھا، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت میں رہا، حضور ﷺ نے کبھی مجھ سے یہ نہ فرمایا کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا؟، یا فلاں کام کیوں نہ کیا؟۔

جب سود کی حرمتُ کا صریح حکم نازل ہو گیا تو ایک دن آپ ﷺ نے اپنے گھر میں نہایت اعلیٰ معیار کھجوریں ملاحظہ فرمائیں، حضور ﷺ نے اپنے آدمی سے پوچھا: ''یہ تو ہمارے ہاں کی کھجوریں نہیں ہیں، کہاں سے آئیں''، آپ ﷺ

کے آدمی نے بتایا: یارسول اللہ! ہم بازار گئے اپنی ردی کھجوریں (Low Quality) دو صاع دے کر ان کے بدلے میں جید (High Quality) کی ایک صاع لے لی ہیں۔ (''صاع'' ایک پیمانے کا نام ہے جو تقریباً چار کلو گرام کے برابر ہوتا ہے)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ غلط ہے یہ سودا واپس کرو (یعنی یہ سود کو حیلہٗ تدبیر سے رائج کرنے کی عملی صورت ہے) جاؤ اپنی ناقص کھجوریں کھلے بازار میں نقد قیمت پر بیچ دو اور اس رقم سے جتنی عمدہ کھجوریں ملیں کھلے بازار سے خرید لو''۔ یعنی آپ ﷺ نے اپنے عمل سے یہ مثال قائم فرمائی کہ ربا (سود) کی صریح شکل سے بھی بچنا ہے اور جو اس کو حاصل کرنے کے حیلے لوگوں نے وضع کر رکھے ہیں ان کا بھی سدّ باب کیا جائے۔

ہمارے ہاں بیع وشرا کی کئی صورتیں رائج ہیں جو نتیجتاً اصل صارف (Consumer) کے استحصال کا سبب بنتی ہیں مثلاً ایک پارٹی جاپان میں کسی سامان یا اشیاء کا سودا کرتی ہے۔ (L.C.) ایل سی کھلتی ہے، اس کے بعد اس کی شپمنٹ ہوتی ہے، مال کے ہماری بندرگاہ تک پہنچنے، کسٹم سے کلیرنس اور مارکیٹ میں آنے تک کئی مراحل ہوتے ہیں، اس میں تقریباً ہر مرحلے میں سامان کے اتلاف کا خطرہ (Risk) موجود رہتا ہے لیکن اس دوران وہ آخری خوردہ فروش (Retailer) تک پہنچنے سے پہلے جاپان سے پاکستان تک پہنچنے کے دوران بالا ہی بالا کئی بعد دیگرے کئی پارٹیوں میں بک چکا ہوتا ہے۔ ان میں سے اکثر نے سامان کو دیکھا بھی نہیں ہوتا، یہ سب لین دین کے مراحل کاغذ پر (On Paper) ہوتے ہیں۔ اب فرض کیجئے! جو اصل کارخانے میں تیار مال کی قیمت (Ex.Factory Value) ہے، اس کے اور آخری (Market Value) کے درمیان دس درمیانی افراد (Middle Men) شامل ہوگئے ہوں اور ان میں سے ہر ایک اپنے حصے کا نفع قیمت میں شامل کرلے تو کوئی چیز اگر جاپان سے ایک ہزار ڈالر کی چلی ہو تو کوئی بعید نہیں کہ اتنے مراحل سے گزر کر وہ پندرہ سو ڈالر میں بکے۔ یہ استحصال کی صورتیں ہیں جو آج مروج ہیں۔ ان کا توڑ نبی کریم ﷺ کے ایک ہی جملے سے ہو جاتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جب تک کسی مبیع (Sold Item) پر خریدار کا عملاً قبضہ (Physical Possession) نہ ہو جائے اس کے لئے اسے آگے کسی اور کو فروخت کرنا شرعاً ممنوع ہے۔'' اگر اس فرمانِ رسول کو لین دین کے معاملات میں ''قولِ فیصل'' مان لیا جائے تو قیمتوں کا غیر فطری چڑھاؤ از خود ختم ہو جائے گا اور دسیوں افراد اور ایجنسیز جو کہ (Middle Men) کے طور پر منافع میں حصہ دار بنتی ہیں ان کا رول ختم ہو جائے گا اور اس کا اصل فائدہ خریدار کو پہنچے گا۔

یہی صورت حال زرعی فصلوں، باغات اور دیگر پیداواری اشیاء کی ہے۔ Stock Exchange میں سٹے (Speculation) کے رائج ہونے کا بھی یہی سبب ہے کہ ایک شخص کسی چیز کا مالک اور قابض نہیں ہوتا، نہ شیئر سرٹیفکیٹ اس کے ہاتھ میں آتا ہے، نہ اس کی رجسٹریشن اور اندراج ریکارڈ میں اس کے نام پر ہوتا ہے، محض اسٹاک ایکسچینج کے ایجنٹس اور بروکرز کے اعتماد پر فرضی سودے ہوتے رہتے ہیں، اس کا نتیجہ سٹہ ہے۔ خرید وفروخت کی شرح کبھی غیر فطری طور پر اچانک بہت اوپر چلی جاتی ہے جسے (Bullish Hella) کہتے ہیں اور کبھی اچانک غیر متوقع طور پر شرح بہت نیچے چلی جاتی ہے، جس سے اسٹاک مارکیٹ Crash ہوجاتی ہے، اور Bearish Hella کا اعلان کر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اتنے ارب روپے ڈوب گئے۔ اس کا مداوا صرف ایک ارشاد رسول ﷺ پر عمل کرنے سے ہوسکتا ہے کہ آپؐ نے ''بیع قبل القبض'' سے منع فرمایا، یعنی یہ کہ جب تک مشتری مبیع (جس چیز کو خریدا گیا ہے) پر عملاً قبضہ کرکے اسے اپنی تحویل میں نہ لے لے، اس کا آگے کسی تیسرے فریق کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

انسانی زندگی کا ایک اہم شعبہ نظام عدل و انصاف ہے۔ یہ شعبہ انسانی معاشرے میں ہر قسم کے ظلم کے خاتمے اور عدل وانصاف کی فراہمی کی سب سے بڑی ضمانت فراہم کرتا ہے بشرطیکہ

Scanned with CamScanner CamScanner

انصاف غیر جانبدارانہ اور بے لوث ہو۔

انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ بن ابیرق نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کی زرہ چرا کر ایک یہودی کے ہاں رکھ دی۔ اُس نے اس زرہ کو آٹے کی بوری میں رکھا اور چرا کر لے گیا، بوری میں کوئی سوراخ تھا، جس سے آٹا نکل کر گرتا رہا، کھوج لگانے سے اس کے نشانات ایک یہودی کے گھر تک پہنچ گئے یہودی نے بتایا کہ یہ آٹے کی بوری طعمہ نے میرے پاس امانتاً رکھی ہے۔ اب قبیلہ بنی ظفر کے لوگوں نے چاہا کہ کسی طرح یہودی کو مجرم قرار دیا جائے اور ہمارا آدمی بچ جائے تا کہ رسوائی نہ ہو، اس موقع پر آیت نازل ہوئی:

''بلاشبہ ہم نے آپؐ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل فرمائی تا کہ آپ لوگوں کے درمیان اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپؐ کو دکھلائی ہے اور آپ خیانت کرنے والوں کی حمایت میں بحث ونزاع نہ کریں۔ (النسا نمبر۴ آیت نمبر۱۰۵)''۔

اگر کوئی فریق مقدمہ عدالت میں اپنا مؤقف صحیح طور پر بیان کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اسلام نے اسے اپنا وکیل اور نمائندہ مقرر کرنے کی اجازت دی ہے جو اس کی صحیح ترجمانی کر سکے بشرطیکہ اس وکیل کو یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ ہر حق بات کو قبول کرے خواہ وہ اس کے مؤکل کے موافق ہو یا مخالف۔ اس آیت کی رو سے اسلام نے اس بات کو ناجائز قرار دیا ہے جس میں وکیل کو صرف یہ ذمہ داری تفویض کی گئی ہو کہ وہ ہر اس بات کو رد کر دے جس کی زد اس کے مؤکل پر پڑتی ہو خواہ وہ حق ہو یا ناحق۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگ میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنے مؤقف کو دوسرے کی بہ نسبت زیادہ مؤثر دلائل کے ساتھ پیش کرے اور ان دلائل کو سن کر (بالفرض) میں اس کے حق میں فیصلہ دے بھی دوں (لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہو) تو جس شخص کو میں اس کے بھائی کا حق دے دوں وہ اس کو نہ لے کیونکہ (اس صورت میں) میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دے رہا ہوں (صحیح مسلم)''۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی فریق مقدمہ کی چرب زبانی، زور بیان، دلائل وشواہد کا جا و بے جا ماہرانہ استعمال اور اس کے فریقِ مخالف کی سادگی یا غیر مؤثر اندازِ بیان کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ ہو بھی جائے لیکن وہ جانتا ہے کہ دیانتاً اور عنداللہ وہ اس چیز کا حق دار نہیں ہے جو عدالتی فیصلے کے نتیجے میں اسے مل رہی ہے حالانکہ عدالت وقانون اس کی پُشت پر ہے لیکن حق اس کے ساتھ نہیں ہے تو اسے رضا کارانہ طور پر خوف خدا سے اس منفعت سے دست بردار ہو جانا چاہئے ورنہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ (جہنم کی) آگ کا ٹکڑا لے رہا ہے یعنی روز قیامت اسے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضور اکرم ﷺ کی یہی بے عیب، بے داغ اور طیب وطاہر زندگی تھی جس کی بنا پر دشمنوں نے بھی انہیں ''الصادق'' اور ''الامین'' کے لقب سے پکارا تھا۔ جب اعلان نبوت کے بعد قوم نے آپؐ سے دعوائے نبوت کے ثبوت کیلئے معجزہ طلب کیا۔ تو آپؐ نے اپنی بے عیب زندگی کو بطور معجزہ پیش کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے اس سے پہلے تمہارے درمیان اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ گزارا ہے، کیا تم سمجھتے نہیں ہو؟ (یونس نمبر۱۰ آیت نمبر۱۶)''۔ یعنی میری چالیس سالہ زندگی میں بچپن، لڑکپن، آغازِ شباب، عین عالمِ شباب اور بڑھاپے کی دہلیز، یعنی انسانی زندگی کے تمام ادوار آجاتے ہیں، ان چالیس سالوں میں کسی نے مجھ میں کوئی کردار کا نقص، کوئی اخلاقی کمزوری، عیب، خامی یا برائی دیکھی ہے جس پر کوئی انگلی اٹھا سکے پس یہ پاکیزہ زندگی ہی سب سے بڑا معجزہ ہے۔ معجزے کے لئے قرآن میں ''آیت''، ''حجت''، ''سلطان'' اور ''برہان'' کے کلمات استعمال ہوئے ہیں اور ایک مقام پر قرآن نے آپ ﷺ کو سراپا معجزہ قرار دے کر ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک برہان (دلیل، معجزہ) آیا ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک نور مبین (واضح روشن) نازل کیا ہے، (النساء نمبر۴ آیت نمبر۱۷۴)''۔

مولانا سید محمد عبدالخبیر آزاد

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت رحمۃ اللعالمین

طلوع اسلام سے قبل اہل عالم کی حالت ناگفتہ بہ تھی انسانیت منہ چھپا رہی تھی رحم کا لفظ عربوں کیلئے اجنبی تھا بھائی بھائی کے خلاف نبرد آزما تھا انسانیت کی کشتی ظلم واستبداد کے بھنور میں ہچکولے کھا رہی تھی زمین ششدر تھی اور آسمان اہل زمین کی چیرہ دستیاں دیکھ کر حیران ہو رہا تھا مگر یکا یک وادی بطحا میں ایک آواز پیدا ہوئی' ایک بجلی چمکی، ایک بادل گرجا، زمین فخر سے جھوم اٹھی۔ آخر زمین فخر سے کیوں نہ جھومتی رحمت دو عالم، فخر موجودات، سرور کونین، محبوب سبحانی، ظل یزدانی، راحت انس وجان حضرت آمنہ کی گود میں اتر چکے تھے جس طرح بہار کی آمد سے فضا میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے، بارش سے پہلے فضا میں نمی بڑھ جاتی ہے، ہر شے دھل جاتی ہے، فضا معطر ہو جاتی ہے، اسی طرح دنیائے عالم میں محمد عربی رحمۃ اللعالمین ﷺ کی آمد سے ہر شے کو گویا نیا وجود مل چکا تھا۔

جب آپ ﷺ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو منصب نبوت سے نوازا گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے خدا تعالیٰ کا پیغام سنانا شروع کیا اور ادھر مصائب کے پہاڑ ٹوٹنے شروع ہو گئے۔ آپ ﷺ کو تکالیف کچھ اس طرح سے دی گئیں کہ کوئی اور ہوتا تو تاب نہ لا سکتا۔ ذرا تاریخ کے اوراق گردانیے کہ:

☆ ایک بوڑھی عورت روزانہ آپؐ پر کوڑا پھینکتی ہے اور حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ مسکرا کر خندہ پیشانی سے آگے گذر جاتے ہیں اور اگر کسی دن اس کو غیر حاضر پاتے ہیں تو تشویش ہوتی ہے کہ کہیں وہ بڑھیا بیمار تو نہیں ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ بیمار ہے عیادت کیلئے اس کے گھر تشریف لے

جاتے ہیں اور بیمار پرسی کرتے ہیں۔

☆ ایک کافر نماز کی حالت میں آپ ﷺ پر اوجھڑی پھینکتا ہے مگر آپ ﷺ اس کو بھی معاف فرما دیتے ہیں۔

☆ ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ ایک فاتح کی حیثیت سے مکۃ المکرمہ تشریف لاتے ہیں تو آپؐ کے سامنے بڑے بڑے ظالم گردنیں خمیدہ کیے ہوئے آتے ہیں مگر رحمۃ اللعالمین پیغمبرؐ ان کی معافی کا اعلان فرماتے ہیں "لا تثریب علیکم الیوم" جاؤ تمہیں معاف کیا تم سب آزاد ہو۔

☆ ہندہ نامی عورت جس نے آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبایا تھا آگے بڑھتی ہے اور معافی کا سوال کرتی ہے آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جاؤ تمہیں معاف کیا۔

☆ نبی رحمتؐ نے باوجود فاتح اعظم ہونے کے دنیا کیلئے ایسی نادر مثالیں پیش کی ہیں جن کی آج تک کوئی بھی نظیر پیش نہیں کر سکا۔ ذرا دیکھئے وہی ابوسفیان جو آپؐ کے قتل کے منصوبے بناتا تھا اور نت نئی سازشیں کرتا تھا مگر جب آپؐ کے سامنے لایا گیا تو اس کیلئے بھی اعلان ہوتا ہے جاؤ تمہیں امن دیا جائیگا' اسلام کا سب سے پہلا دارالامان ابوسفیان کا گھر بنا۔

☆ آپ ﷺ طائف کی وادی میں تشریف لے جاتے ہیں تو رؤسائے طائف آپ پر پتھر برساتے ہیں آپ ﷺ کو زخمی کر دیتے ہیں اور جسم اطہر سے خون بہنے لگتا ہے جبرائیل امین آ کر عرض کرتے ہیں کہ اگر آپؐ چاہیں تو دونوں پہاڑوں کو ساتھ ملا کر انکو ملیامیٹ کر دوں مگر آپ رحمۃ اللعالمینؐ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے لہٰذا میں ان کو معاف کرتا ہوں اور ان کیلئے ہدایت کی دعا کرتا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے حتیٰ کہ کائنات کے ذرے ذرے کیلئے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ ایک طرف ظلم واستبداد کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں اور دوسری طرف رحمتوں اور سخاوتوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔

آپ ﷺ کی رحمت نہ صرف مسلمانوں کیلئے تھی بلکہ اس سمندر رحمت سے مشرک اور کافر بھی سیراب ہوتے تھے کائنات کی ہر چیز آپؐ کی رحمت سے فیضیاب ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ مشرکین کے لئے بددعا کریں آپؐ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں۔ حضرت طفیل بن عمر دوسیؓ کو جب قبیلہ دوس میں دعوت اسلام کیلئے بھیجا گیا تو اس قبیلہ نے دعوت اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ واپس خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بتلایا کہ اس قبیلہ نے آپؐ کے حکم کو ٹھکرا دیا آپؐ ان کیلئے بددعا کیجئے مگر آپ ﷺ نے ان کیلئے ہدایت کی دعا فرمائی۔ اسی طرح حضرت اسماءؓ روایت کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اور صلہ رحمی کرو خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں"۔

منافقین کی دوغلی پالیسی واضح تھی وہ پس پشت دشمنی کرتے آپؐ کو معلوم بھی ہوتا مگر ہمیشہ ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرماتے۔ اسی طرح حضور ﷺ کی رحمت انسانوں سے آگے جانوروں پر بھی ہوتی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے جانوروں کی پیٹھ کو منبر نہ بناؤ، ان کو دانہ پانی وقت پر دو اور زیادہ بوجھ ان پر نہ لادو اور ان کو چراگاہوں میں آزاد چھوڑ دو تاکہ وہ اپنی مرضی سے چر سکیں"۔ آپ ﷺ کی شفقت عامہ بے حد وحساب تھی آپ نے چوپایوں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا اور نشانہ بنانے سے بھی منع فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے اپنے کمبل میں پرندے پکڑے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا "ان کو چھوڑ دو"۔

حضور ﷺ کی سخاوت سب سے زیادہ تھی یہ رحمۃ اللعالمین کی مہربانی کی ایک جھلک ہے کہ آپؐ نے سارا مال یتیموں غریبوں پر صرف کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اتنے سخی تھے کہ کوئی بھی آپؐ کی سخاوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ خود

Scanned with CamScanner
CamScanner

فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور سخاوت میں بادشاہوں کو بھی شرمندہ کر دیتے تھے۔ ایک عورت نے آپ ﷺ کو ایک چادر ہدیہ دی تو آپ ﷺ نے زیب تن کی۔ اسی وقت ایک ضرورت مند نے آپ ﷺ سے مانگ لی تو فورا رحمۃ اللعالمین نے اس کو وہ چادر عنایت فرمادی۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں کہیں سے نوے ہزار درہم آئے تو آپؐ نے فورا اس مجلس میں تقسیم فرمادیئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ سے کسی نے کچھ مانگا ہو اور آپ نے انکار کر دیا ہو۔ جو بھی سوالی آتا کبھی بھی خالی نہ جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ کل کیلئے کچھ بھی بچا کر نہ رکھتے تھے جو آتا سب ضرورت مندوں پر صرف فرما دیتے۔ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابو ذرؓ سے فرمایا'' مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں اسے تیسرے دن تک بچا کر رکھوں سوائے اس کے ادائے قرض کیلئے۔ اے ابوذر میں اس مال کو خداتعالیٰ کی مخلوق پر تقسیم کرکے اٹھوں گا''۔ اسی طرح کے بیشمار واقعات و فرمودات ہیں جن سے حضور ﷺ کی رحمت و شفقت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کی تعلیمات

آپ ﷺ کی تعلیمات میں ایک جامع خطبہ حجۃ الوداع ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع انسانیت کا عظیم ترین منشور ہے۔ یہ وہ خطبہ ہے جس میں رہتی دنیا تک کے انسانوں کے حقوق کو بیان کیا گیا۔ آپ ﷺ نے جاہلانہ طرز و طریق ختم کر کے ایک پروقار زندگی اپنانے کی تعلیم دی۔ اس خطبہ میں فی الحقیقت نیو ورلڈ آرڈر کا اعلان ہوا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِيَّ مَوْضُوْعٌ''

(خبردار! دور جاہلیت کا سارا ظالمانہ اور استحصالی نظام میں نے اپنے قدموں تلے روند ڈالا ہے)۔

انسانی مساوات کا قیام

آپ ﷺ نے انسانی نسلوں' طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت و برتری کے دعوے ختم فرمادیئے۔ انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر عادلانہ اصول مقرر فرمادیئے۔

''اَلنَّاسُ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ'' (انسان کی پیدائش حضرت آدم سے ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا)۔

''اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ ......'' (اے لوگو بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ لہٰذا اس وحدت نسل انسانی کے باعث تم سب برابر ہو مگر تم میں بزرگ ترین وہ انسان ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے)۔

یہ مساوات انسانی کا وہ عالمی نظام تھا جس پر حضور ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر جمہوری اور عادلانہ معاشرے کی بنیاد رکھی۔ یہی آگے چل کر عالمی جمہوریت کے قیام کا باعث بنا۔

اقتصادی استحصال کا خاتمہ

رحمۃ اللعالمین ﷺ نے دوسرا اعلان یہ فرمایا: ''اِنَّ کُلَّ رِبًا مَوْضُوْعٌ وَلٰكِنْ كُلُّكُمْ اَمْوَالُكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ'' (یعنی آج کے بعد سارا سودی نظام منسوخ کیا جاتا ہے۔ تم راس المال کے سوا نہ کچھ لے سکتے ہو اور نہ کچھ دے سکتے ہو، سود کے ذریعے سے جو تم نے استحصال کیا ہوا ہے وہ سب ختم ہے)۔

عورتوں کے حقوق کا تحفظ

حضور ﷺ نے خواتین پر روا رکھے گئے مظالم کے خاتمہ کا اعلان فرمایا اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی اور فرمایا: ''اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَائِكُمْ حَقًّا وَ لَهَا عَلَيْكُمْ حَقًّا وَ اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ نِسَائِكُمْ'' (یعنی اے لوگو تم پر عورتوں کے حقوق واجب ہیں اور ان پر تمہارے حقوق اللہ تعالیٰ سے ڈرنا ہے یعنی عورتوں کے حقوق ادا کرتے رہنا ہے)۔

Scanned with CamScanner

غلامی کا خاتمہ

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اَرِقَّائُکُمْ اَطْعِمُوْھَا مِمَّا تَاْکُلُوْنَ وَاکْسُوْھُمْ مِمَّا تَلْبِسُوْنَ" (یعنی زیر دست اور غلام طبقہ کا خیال رکھنا۔ انہیں وہی کچھ کھلانا جو تم خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہنا ؤ جیسا تم خود پہنتے ہو)۔ اس اعلان نے عالمی نظام سے غلامی کے خاتمہ کی بنیاد رکھ دی اور انسانی طبقات میں غیر فطری تفاوت کے خلاف انقلاب آفرین نظام وضع کیا۔ اگر رحمۃ اللعالمین ﷺ کے ان فرامین پر ہم عمل کریں تو دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے پوری دنیا سے ظلم، ناانصافی کے خاتمہ اور نظام مساوات و انصاف کے نفاذ کی عملی جدوجہد کا آغاز کیا اور جلد ہی اسلام کی اس ابھرتی ہوئی طاقت نے روم و فارس کی دونوں عالمی استحصالی طاقتوں کو چیلنج کیا اور ان طاقتوں کو عبرتناک انجام سے دوچار ہونا پڑا اور ایسے بین الاقوامی معاشرے کا آغاز ہوا جس میں خیر، تعمیر، ارتقاء اور عدل ہی عدل تھا جو انسان کے بنیادی حقوق کا ضامن تھا۔ جس میں بین الاقوامی قوانین کی پاسداری عالمی امن کے قیام پرُ امن بقائے باہمی، غلامی سے نجات، حق کی معاونت اور ظلم سے نجات کے سنہری اصول دیئے گئے تھے۔ اسی نظام کی برکت سے خلفائے راشدین کے زمانہ میں بے شمار علاقوں کو فتح کیا گیا اور دنیا ایک امن کا مرکز بن گئی۔

تعلیمات نبوی میں سب اصول و احکام نظامِ رحمت ہے، جس جس اصول اور حکم کو دیکھتے ہیں اس میں حضور ﷺ کی رحمت نمایاں ہے۔ اگر ہم باہمی مشاورت کے اصول کو دیکھتے ہیں اس میں بھی امور سلطنت میں عوام سے خاص طور پر رابطہ ہے۔ مشاورت کے نتیجہ میں ایک تو تمام اراکین اور باشندگان سلطنت اپنے آپ کو براہ راست حکومت میں شریک کرتے ہیں جس سے نظام حکومت میں کسی قسم کے فساد کا خطرہ باقی نہیں رہتا دوسرے اس کی وجہ سے ذہین اور باصلاحیت افراد کی صلاحیتوں سے سلطنت براہ راست مستفید ہوتی ہے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی رحمتؐ کے طفیل آپس میں مشورہ کا حکم دیا۔ فرمایا" وَ اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ" یعنی ان کا کام باہمی مشاورت سے ہوتا ہے "وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ" اے نبی (ﷺ) تم اپنے صحابہ کو مشورے میں شامل کیا کرو اور مشورہ کے بعد جو امر طے ہو اس کو عزم مصمم کے ساتھ کر گزرو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔

عصری علوم

اسلام میں تعلیم کی بھی بہت اہمیت ہے، اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم پر بھی مسلمانوں کو دسترس حاصل ہونی چاہیے۔ حضور ﷺ نے غیر ملکی زبانوں کے سیکھنے کا حکم دیا۔ خاص کر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو فرمایا" تم دوسری قوموں کی زبان سیکھو" آپؐ کے حکم سے انہوں نے فارسی، حبشی، عبرانی زبانیں سیکھ لیں۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ دربار رسالت کے میر نویس تھے اور دوسرے بادشاہوں کو خط لکھتے تھے آج ہمیں بھی اس حکم کو عملی جامہ پہنانا چاہیے تاکہ دینی احکام اور اصول ان کی زبانوں میں ان تک پہنچا سکیں۔

تعلیم نسواں

اسلام نے تعلیم کو صرف ایک طبقے تک محدود نہیں رکھا بلکہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں معاشرے کے ہر طبقے کو علم سے استفادہ کا حق حاصل ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ رومی دنیا میں یہ بحث چل رہی تھی کہ "عورت انسان ہے یا نہیں" آپ ﷺ نے عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ دلائی مسجد نبوی میں درسگاہ نبوت کا ایک دن خواتین کی تعلیم کیلئے مخصوص تھا اس دن خواتین مسائل دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا" کہ جس کے پاس لونڈی ہو وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے اور تربیت کرے پھر اسے آزاد کر کے اس کا نکاح کردے تو اسے دوگنا ثواب ملے گا"۔ لہٰذا امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ عورت کو دینی اسلامی زیور تعلیم سے آراستہ کرے۔

خدمت خلق

نبی رحمت ﷺ کی تعلیمات میں ایک پہلو خدمت خلق کا بھی ہے۔ وہ اپنے خالق سے متعلق

Scanned with CamScanner

ہے اور دوسرے اعتبار سے وہ مخلوق خداوندی سے جڑا ہوا ہے، خلق خدا اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ جس کی خدمت اور اس سے حسن سلوک دنیاوی اور اخروی فلاح کی ضامن ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ" (مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین وہ ہے جو اس کے کنبے سے اچھا سلوک کرتا ہے)۔ خدمت خلق ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں جسمانی خدمت، اخلاقی رویہ، مالی اعانت، اور ممکنہ تحفظ شامل ہے۔ قرآن وحدیثؐ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن خلق دین کی روح ہے۔

عدل وانصاف

عدل و انصاف رسول اللہ ﷺ کے اسوہ کا ایک روشن مینارہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" یعنی (اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے)۔ عدل و احسان کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق آسانی کے ساتھ مل جائے۔ عدل واحسان کی بناء پر معاشرے کے امور بخیر وخوبی انجام پا جائیں گے۔ بعثتِ نبویؐ سے قبل دنیا عدل وانصاف کے مفہوم سے ناآشنا تھی۔ طاقتور لوگ ظلم وستم کو اپنا حق سمجھتے تھے اور مظلوم اور کمزور لوگ اپنی مظلومیت کو مقدر سمجھ کر برداشت کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اِن فرسودہ روایات کو ختم کر کے امیر وغریب شاہ وگدا کو ایک صف میں کھڑا کر دیا اور آپس میں انس ومحبت کا وہ رشتہ استوار کیا جو انسانیت کیلئے سرمایۂ افتخار ہے۔

اتحاد وامن

لفظ اسلام کے معنی امن وسلامتی کے ہیں مسلمانوں میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کیلئے انہیں ایک برادری بنایا گیا ہے جس کی بنیاد صرف اور صرف ایمان ہے۔ رحمۃ للعالمینؐ نے فرمایا: "اَلْمُؤمِنُ لِلْمُؤمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ" (یعنی ایک مومن دوسرے مومن کیلئے مکان کی مانند ہے۔ ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے")۔ پھر آپ ﷺ نے اس کے بعد ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے سمجھایا۔ دوسری حدیث شریف میں "یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ" (یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید جماعت کے ساتھ ہے۔ جو جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں گرے گا)۔

اس بناء پر ہمیں حضور ﷺ کے ان فرمودات اور تعلیمات کو عملی جامہ پہنانا چاہیے اور آپ کے مکارم اخلاق سے آراستہ وپیراستہ ہونا چاہیے۔ انسان جب دنیا میں آتا ہے تو اس کا ہر شے کے ساتھ تھوڑا بہت تعلق ہوتا ہے۔ اس تعلق کے فرض کو بحسن خوبی انجام دینا اخلاق کہلاتا ہے۔ دنیا کے اندر خوشحالی امن وامان ہی کی بدولت ممکن ہے۔ اسلام میں ایمان کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد مسلمان کو عبادت اور معاملات میں حسن اخلاق سے کام کرنا پڑتے ہیں۔

قرآن مجید میں نبی رحمت ﷺ کے اخلاق کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے جس کا مفہوم ہے کہ یعنی آپؐ کے اخلاق اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔ نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ" (یعنی میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں)۔ آپ ﷺ مخالفوں کو معاف فرما دیتے، خطا کاروں سے درگزر فرماتے اور آپس میں محبت ومودت رکھنے کی تلقین فرماتے۔ ایک دوسرے کو سلام کرنے و معانقہ کرنے اور مصافحہ کرنے کا حکم دیتے تھے تاکہ مسلمانوں میں محبت کا رشتہ مضبوط ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اعمال کے ترازو میں سب سے زیادہ وزنی عمل حُسن خلق ہے۔

حاصل کلام

مذاہب عالم میں اسلام وہ واحد نظریۂ حیات ہے جو انفرادی تبدیلی سے لیکر عالمی معاشرتی انقلاب تک اپنے ماننے والوں کو پاکیزہ اور صالح ہدایت مہیا کرتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں جہاں انفرادی، ذاتی معاملات کے حوالے سے دینی راہنمائی موجود ہے وہیں اجتماعی طور پر بھی ایسا نظام موجود ہے جو معاشرے میں ہمہ قسم کی خرابیوں اور مفاسد کی اصلاح کرتا ہے۔

CamScanner

حضور بی رحمۃ اللعالمینؐ

رحمۃ اللعالمینؐ کے متعلق فریج سپڑ یولکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خندہ رو، ملنسار، اکثر خاموش رہنے والے، بکثرت ذکرِ خدا کرنے والے، لغویات سے دور، بیہودہ پن سے نفور، بہترین رائے رکھنے والے، انصاف کے معاملہ میں قریب و بعید سب برابر، مساکین سے محبت کرتے، غرباء میں رہ کر خوشی محسوس کرتے، کسی کو حقیر نہ گھتے، اپنے پاس بیٹھنے والوں کی تالیف قلوب کرتے، جاہلوں کی حرکات پر صبر کرتے، کسی شخص سے خود علیحدہ نہ ہوتے جب تک وہ خود نہ چلا جائے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کمال محبت کرتے، زمین پر بیٹھ جاتے، اپنے جوتے خود گانٹھ لیتے، اپنے کپڑوں کو خود پیوند لگاتے۔ حجۃ الاسلام میں امام غزالی لکھتے ہیں آنحضرت ﷺ مویشیوں کو چارہ خود ڈالتے، گھر کی صفائی خود کرتے، بکریوں کا دودھ خود دوہتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے اور خادم کو اس کے کام کاج میں مدد فرماتے، بازار سے چیزیں خود جا کر خریدتے، ہر ادنیٰ و اعلیٰ اور چھوٹے بڑے کو سلام میں خود پہل کرتے، جو کوئی ساتھ ہوتا اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چلتے، رات دن کا لباس ایک ہی رکھتے۔ کیسا ہی کوئی شخص دعوت کیلئے کہتا قبول فرما لیتے، جو کھانا سامنے رکھ دیا جاتا رغبت سے کھاتے، رات کا کھانا صبح کیلئے اور صبح کا رات کیلئے بچا کر نہ رکھتے، نیک خو، کریم الطبع، کشادہ رو تھے مگر کھل کھلا کر نہ ہنستے تھے۔ ہنس مکھ چہرہ، متواضع، سخی تھے مگر اسراف نہ تھا، ہر ایک پر رحم کرنے والے مگر کسی سے طمع نہ رکھتے۔

حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں جو کوئی آنحضرت ﷺ کے سامنے یکبارگی آ جاتا وہ مرعوب ہو جاتا جو کوئی پاس آ کر بیٹھتا وہ فدا ہو جاتا کنبہ والوں اور خادموں پر بہت مہربان تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک حضور ﷺ کی خدمت مبارک میں رہا اس عرصہ میں آپ ﷺ نے اُف تک نہ کہی، زبان مبارک پر کبھی گالی نہیں آئی، نہ کسی پر لعنت کی دوسرے کی طرف سے اذیت اور آزار پر نہایت صبر کرتے، آپؐ کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچی۔ کنبہ کی اصلاح اور درستی پر نہایت توجہ فرماتے، ہر شخص کی قدر و منزلت سے آگاہ تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فرمانبرداروں کو بشارت سناتے اور نافرمانوں کو عذاب آخرت سے ڈراتے تھے اور جملہ امور کو خدا پر چھوڑ دیتے تھے۔ نہ درشت خو، نہ سخت گو، چیخ کر نہ بولتے تھے، بدی کا بدلہ بدی سے نہ لیتے، بلکہ احسان سے دیتے، معافی مانگنے والوں کو معاف کر دیتے تھے، اندھوں کو آنکھیں، بہروں کو کان، اور بے زبانوں کو زبان آور بناتے، جملہ اوصاف اخلاق فاضلہ سے متصف، سکینہ ان کا لباس، تقویٰ ان کا ضمیر، حکمت ان کا کلام، عدل ان کی سیرت، راستی ان کی عادت، گمناموں کو رفعت بخشنے والے، مجہولوں کو نامور کرنے والے، قلت کو کثرت میں اور تنگدستی کو غنا سے بدل دینے والے، نادان طبیب کو طبابت سے منع کرتے اور مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے۔

عیادت مریض

جو کوئی بیمار ہوتا اس کی عیادت فرماتے۔

عیادت کے وقت مریض کے قریب بیٹھ جاتے، بیمار کو تسلی دیتے، مریض کو پوچھ کر کہ کس چیز کو دل چاہتا ہے اگر وہ شے اس کے لیے مضر نہ ہوتی تو اس کا انتظام فرما دیا کرتے۔

صدقہ کی کوئی چیز ہرگز استعمال نہ فرماتے البتہ ہدیہ قبول فرما لیتے۔ اپنے اور غیر، اہل کتاب بھی جو چیز ہدیہ بھیجتے قبول فرما لیتے اور ان کیلئے تحائف بھیجتے اور مشرکوں سے ہدیہ قبول نہ فرماتے۔

اپنی تعریف، جس سے کسی دوسرے نبی کی شان میں کمی ہوتی ہو، پسند نہ فرماتے رحمۃ اللعالمین پیغمبرؐ کی ہر ہر ادا ہر ہر فرمان اور ہر صفت اعلیٰ ہر عادت خوب سے خوب تر۔ خورشید رسالتؐ میں اگرچہ تمام رنگ موجود تھے لیکن رحمۃ اللعالمینؐ کا نور سب پر غالب تھا جس نے تمام رنگوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ و چیدہ روشنی سے منور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسوہ حسنہؐ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

Scanned with CamScanner
CamScanner

شہید قائدعوام کا قافلہ

میاں محمد ندیم

قائدعوام شہید ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان کے پہلے منتخب وزیر اعظم ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ سندھ کے ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے ان کے والد سر شاہ نواز بھٹو مشیر اعلیٰ حکومت بمبئی اور جونا گڑھ کی مسلم ریاست میں دیوان تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۵۰ء میں برکلے یونیورسٹی کیلیفورنیا سے سیاسیات میں گریجویشن کی اور ۱۹۵۲ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی سے اصول قانون میں ماسٹرز کی ڈگری لی۔ اسی سال مڈل ٹمپل لندن سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ وہ پہلے ایشیائی تھے جنہیں انگلستان کی یونیورسٹی ''ساؤتھیمپٹن'' میں بین الاقوامی قانون کا استاد مقرر کیا گیا۔ کچھ عرصہ مسلم لاء کالج کراچی میں دستوری قانون کے لیکچرر رہے۔ ۱۹۵۳ء میں سندھ ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۰ء صدر ایوب خان کی کابینہ میں وزیر تجارت، ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۲ء تک وزیر اقلیتی امور، قومی تعمیر نو اور اطلاعات۔ ۱۹۶۲ء سے ۱۹۶۵ء وزیر صنعت و قدرتی وسائل اور امور کشمیر اور جون ۱۹۶۳ء سے جون ۱۹۶۶ء تک وزیر خارجہ رہے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۶۷ء کو انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد رکھی۔

۵ جنوری کو ذوالفقار علی بھٹو شہید کی ۸۴ ویں سالگرہ منائی گئی۔ ۵ جنوری ۱۹۲۸ء کو سر شاہنواز بھٹو کے گھر لاڑکانہ میں پیدا ہونے والے ذوالفقار علی بھٹو کے بارے میں کون جانتا تھا کہ وہ ملک کی قدآور سیاسی شخصیت کے رُوپ میں اُبھر کر سامنے آئیں گے۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد ذوالفقار علی بھٹو نے پیپلز پارٹی کی پہلی حکومت تشکیل دی اور وزیر اعظم بنے۔ اس حکومت نے پانچ سالہ مدت پوری کی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے ۱۹۷۳ء میں ملک کو پہلا متفقہ آئین دیا۔ یہی نہیں سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس کو بھی آج تک ان کی بڑی کامیابی قرار دیا جاتا ہے جبکہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام شروع کرنے کا سہرا بھی ذوالفقار علی بھٹو کے سر ہے۔ اپنی مدت پوری کرنے کے بعد مارچ ۱۹۷۷ء میں ہونے والے انتخابات میں پیپلز پارٹی نے بھاری اکثریت لیتے ہوئے ۱۵۵ نشستیں حاصل کیں جبکہ نو جماعتوں پر مشتمل پاکستان قومی اتحاد کے حصے میں صرف ۳۶ نشستیں آئیں۔ ۴ جولائی کو نقص امن کا بہانہ بنا کر اس وقت کے آرمی چیف جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء نافذ کر کے ۹۰ دن میں انتخابات کرانے کا اعلان کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کو دوبار نظر بند کر کے رہا کر دیا گیا۔ انہیں جمہوریت کے لیے جدوجہد سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی

Scanned with CamScanner

گئی اور آخر کار انہیں تیسری بار حراست میں لے کر قتل میں اعانت کا ایک مقدمہ چلایا گیا اور پھر اس مقدمے میں ۴/اپریل ۱۹۷۹ء کو ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی دے دی گئی۔ یوں تو پاکستان میں چار جرنیلوں نے بزورقوت حکومت کی مگر اپنے پیش روحکمران کا تختہ الٹ کر قتل کے سیاسی مقدمے میں پھانسی دینے کا واقعہ ۳۴ سال گزرنے کے بعد آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں تازہ ہے جبکہ ان کی جماعت پیپلز پارٹی آج بھی ذوالفقار علی بھٹو کے دیئے گئے منشور پر حکومت کر رہی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں بھٹو خاندان ایک مثالی سیاسی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو اس کو گڑھی خدا بخش میں اس قبرستان کو ایک مرتبہ ضرور دیکھنا چاہئے جس میں بھٹو خاندان کے شہید سوئے ہوئے ہیں اور پھر بھی لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں۔

پاکستان کی تاریخ میں بھٹو خاندان میں سے کسی کا یوم پیدائش ہو یا یوم شہادت، اس دن گڑھی خدا بخش میں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ شہید بھٹو ہو یا شہید بی بی، ان کی محبت غریب عوام کے دلوں میں بسی ہوئی ہے۔ قائد عوام کا یوم پیدائش ہو یا یوم شہادت یہ تمام دن سیاست میں مذہبی تہوار کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کے غریب عوام میں کھڑے ہو کر ان کے لئے آواز اُٹھائی تو بڑے بڑے برج الٹا دیئے اور گلی گلی کوچہ کوچہ قائد عوام ذوالفقار علی بھٹو نظر آنے لگا۔ جس جگہ بھی قائد عوام کی آواز پہنچی، بن دیکھے ہر کوئی ان پر فدا ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان کے کونہ کونہ میں ہر طرف جئے بھٹو کا نعرہ گونجنے لگا۔

بھٹو شہید کو عوام میں صرف اس لئے پذیرائی ملی تھی کہ انہوں نے عوام کے مسائل کو سمجھا۔ ان کو حل کرنے کا پروگرام دیا اور بعد میں ان پر عمل بھی شروع کیا۔ بے زمین ہاریوں کو زمین بھی دی گئی اور اس کو آباد کرنے کے لئے سہولتیں بھی۔ تعلیم کے میدان میں غریب کے بچوں کو مفت تعلیم، طالب علموں کو آمدورفت کے لئے سہولتیں اور ہر گاؤں میں نئے اسکول بھی کھولے گئے۔ ان پسماندہ علاقوں پر توجہ دی گئی جہاں پر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مزدوروں کو فیکٹریوں میں ایسی سہولتیں ملیں کہ ان کو حصہ دار تک بنایا گیا جس کا اس سے پہلے کوئی تصور تک نہیں کر سکتا تھا۔ بے گھر مزدوروں کو مفت پانچ مرلہ کے پلاٹ تقسیم کئے گئے اور اس پر مکان بنانے کے لئے ان کو سہولتیں بھی فراہم کی گئیں۔

Scanned with CamScanner CamScanner

پاک جمہوریت

دفاع کے معاملہ میں جس برق رفتاری سے ملک کے دولخت ہونے کے بعد اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کیا گیا اور اس کے لئے جو کچھ بھٹو نے کیا اس کو آج اس کے دشمن بھی تسلیم کرتے ہیں۔

پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کی جس طرح بنیاد رکھی گئی اس کو دیکھ کر ساری دنیا حیران رہ گئی۔ یہ وہ کام تھا جس کا پاکستان جیسا غریب ملک سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر ذوالفقار علی بھٹو نے اس کو بھی ممکن کر دکھایا۔ اسلامی خدمات کو دیکھا جائے تو رشک آتا ہے اس لیڈر شپ پر جس نے پاکستان میں ایک ایسا اسلامی آئین دیا جس پر پہلی مرتبہ پاکستان کی ساری سیاسی جماعتوں اور تمام صوبوں کی قیادت متفق تھی اور یہ کام پاکستان کی تاریخ میں ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی نے سرانجام دیا۔ چار ڈکٹیٹروں کے بعد آج اس کی پارٹی نے اس آئین کو دوبارہ اس کی اصلی حالت میں بحال کیا۔ 'اسلام ہمارا دین ہے' کے نعرہ پر عمل کرتے ہوئے آئین میں اسلامی دفعات کے نفاذ کی نگرانی کے لئے مذہبی امور کی وزارت کا قیام، ملک کے ہر قانون کو قرآن وسنت کے مطابق کرنے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام، اغلاط سے پاک قرآن پاک کی اشاعت کے لئے قانون کا سخت نفاذ، میٹرک تک اسلامی تعلیمات کا مضمون لازمی قرار دینا، لاہور میں دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس کا قیام، ختم نبوت پر ایمان رکھنا مسلمان ہونے کی لازمی شرط، مساجد میں اماموں اور خطیبوں کو سرکاری ملازمت کا تحفظ، جمعہ کی ہفتہ وار تعطیل کا آغاز، فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے ہر ایک کو جانے کی اجازت اور پہلی مرتبہ بسوں کے ذریعے قافلوں کی روانگی، عراق و ایران کے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے خصوصی اقدامات، قادیانی مسئلہ کا حل اور پہلی بین الاقوامی سیرت کانفرنس کا انعقاد سمیت اسلام کے فروغ کے لیے بہت سے ایسے اقدام کئے گئے جو ذوالفقار علی بھٹو کی دین اسلام سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

> **قائدعوام ذوالفقار علی بھٹو کی سحر انگیز قیادت کا کرشمہ تھا کہ پاکستان کے ہر شہر اور ہر بستی میں اُن کی محبت میں غریب عوام گرفتار ہو چکے تھے۔ ان کی آواز سننے کے لئے ان کو دیکھنے کے لئے بے چین رہتے تھے۔ جوں ہی ان کو علم ہوتا کہ آج قائدعوام فلاں جگہ خطاب کریں گے تو لوگ دیوانہ وار اس طرف چل پڑتے۔**

قائدعوام ذوالفقار علی بھٹو کی سحر انگیز قیادت کا کرشمہ تھا کہ پاکستان کے ہر شہر اور ہر بستی میں اُن کی محبت میں غریب عوام گرفتار ہو چکے تھے۔ ان کی آواز سننے کے لئے ان کو دیکھنے کے لئے بے چین رہتے تھے۔ جوں ہی ان کو علم ہوتا کہ آج قائدعوام فلاں جگہ خطاب کریں گے تو لوگ دیوانہ وار اس طرف چل پڑتے۔ ان کی تقریریں کر لوگوں میں بجلی سی دوڑ جاتی اور ہر طرف ہر جگہ جہاں بھی قائدعوام کا خطاب ہوتا لاکھوں کی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے اور اپنے محبوب لیڈر کی باتیں سنتے اور جھوم اُٹھتے۔ آج ان کو ہم سے بچھڑے ہوئے ۳۴ سال بیت چکے ہیں مگر ان کی محبت آج بھی اسی طرح پیپلز پارٹی کے ہر کارکن اور غریب عوام کے دلوں میں موجزن ہے جس طرح پہلے دن تھی۔

شہید ذوالفقار علی بھٹو نے جمہوریت کو عوام کے بنیادی حقوق کے تحفظ اور غریب عوام کو ان کے حقوق دلانے کا واحد نظام قرار دیا۔ ان کا ایسی جمہوریت پر پختہ یقین تھا جس میں لوگ اپنی تقدیر خود لکھ سکیں اور ملک کی منزل کا تعین خود کرسکیں۔ ان کا وژن لوگوں کو جبر سے نجات دلا کر با اختیار بنانے پر مبنی تھا۔ شدید مخالفت اور ہر سطح کے جابرانہ ہتھکنڈوں کا سامنا کرنے کے باوجود شہید قائدعوام تاریخ کے ان مشکل لمحات میں ثابت قدم رہے۔ انہوں نے جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد اور عوام کو ان کے حقوق دلانے کی غرض سے ''روٹی، کپڑا اور مکان'' کے نعرے کے ساتھ پاکستان پیپلز پارٹی جیسی عوامی سیاسی جماعت کی بنیاد رکھی۔ یہ نعرہ

Scanned with CamScanner

درحقیقت پاکستان کے لئے ان کی معاشی بصیرت کی عملی تصویر تھا جس نے لوگوں کی اُمیدوں کو تازہ کیا۔ شہید ذوالفقار علی بھٹو نے ایک ایسے وقت میں لوگوں میں نئی رُوح پھونکی جب وہ مایوسی اور نااُمیدی کا شکار ہو رہے تھے اور ان کے خواب بکھر رہے تھے۔ یہ وہ مشکل وقت تھا جب پاکستان کے دلیر عوام اپنے بے بصیرت حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کے نتیجے میں اندرونی و بیرونی طور پر ہر طرح کے خطرات کو بے بسی سے اپنے سروں پر منڈلاتا دیکھ رہے تھے۔ قائدعوام نے ان خطرات کا جرأت اور پامردی سے مقابلہ کیا اور قوم کو ان سے نجات دلا کر ان کی ہمت بندھائی۔ یہ شہید قائدعوام کی لاثانی فہم و فراست تھی کہ انہوں نے ملکی سالمیت کو قائم رکھنے اور اسے مستحکم کرنے کے لئے عوام کے درمیان یک جہتی اور ہم آہنگی کے فروغ کو وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ انہوں نے قوم کو متفقہ دستور کا تحفہ دیا اور ساتھ ہی ملک کی اقتصادی صورت حال کو سنبھالنے کے لئے بڑے منصوبے شروع کئے جن میں پاکستان سٹیل ملز، کامرہ ایروناٹیکل کمپلیکس اور ملک کی بیمار معیشت کو سنبھالنے کے لئے کئی دیگر منصوبے شامل ہیں۔ ان بڑے منصوبوں کی بنیاد رکھتے ہوئے شہید بھٹو نے ملک کے اقتصادی مستقبل کا نقشہ کھینچا۔

شہید ذوالفقار علی بھٹو معاشرے کے غریب اور عام طبقات سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اس حقیقت کا اندازہ اس امر سے بخوبی کیا جا سکتا ہے انہوں نے مختصر عرصہ میں متعدد غریب دوست اقدامات کئے۔

شہید بھٹو کی پالیسیوں اور ان کی سیاسی جماعت کے منشور کا اہم محور معاشرے کے محروم طبقات کی زندگیوں میں بہتری لانا تھا۔ یہ غریب عوام سے شدید محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ شہید بھٹو نے ایسی معاشی پالیسیاں تشکیل دیں جن کے نتیجہ میں غربت کا خاتمہ ہو سکے اور عام آدمی کی معاشی مشکلات کا ازالہ ہو سکے۔ اسی طرح انہوں نے مزدوروں، کسانوں اور عام شہریوں کو جرأت اور حوصلہ دیا جس کے بعد ان کی آواز زیادہ توانا ہو کر اُبھری۔ تعلیم کو وہ ملک کے معاشی مستقبل کے لئے بے حد اہم سمجھتے تھے لہٰذا انہوں نے اس شعبہ میں بھی طلباء کے لئے وظائف اور دوسری مراعات کا اعلان کیا تاکہ تعلیم کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جا سکے۔ اسی طرح محنت کشوں کے لئے ان کے دور میں بونس اور اولڈ ایج بینیفٹ جیسی سکیمیں متعارف کروائی گئیں اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ دیکھا گیا کہ ملازمین کے لئے عدالتوں کے ذریعہ حصول انصاف کے دروازے کھول دیئے گئے۔

وہ تعلیم کو معاشی انقلاب کی کلید سمجھتے تھے لہٰذا انہوں نے روایتی تعلیمی اداروں کے ساتھ ساتھ پولی ٹیکنیک ادارے قائم کئے جو ان کی جمہوری حکومت کا اہم خاصہ تھا۔ اپنے تمام جمہوری دور میں شہید بھٹو نے ملک میں اداروں کو تقویت دینے، معیشت کی بحالی اور عام شہریوں کا معیار زندگی بلند کرنے پر توجہ مبذول کئے رکھی۔ آج ان کی سیاسی وراثت کی جانشین، موجودہ جمہوری حکومت کو بھی معاشی، سماجی اور سیاسی سطح پر اسی نوعیت کے چیلنجوں کا سامنا ہے اور وہ شہید بھٹو کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اداروں کے استحکام اور معیشت کی اصلاح کے لئے سرگرم عمل ہے۔

آج صدر آصف علی زرداری اور وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کی قیادت میں جمہوری حکومت شہید بھٹو کی غریبوں کی خدمت کی وراثت کو آگے بڑھا رہی ہے۔

> شہید بھٹو کی پالیسیوں اور ان کی سیاسی جماعت کے منشور کا اہم محور معاشرے کے محروم طبقات کی زندگیوں میں بہتری لانا تھا۔ یہ غریب عوام سے شدید محبت کا ہی نتیجہ تھا کہ شہید بھٹو نے ایسی معاشی پالیسیاں تشکیل دیں جن کے نتیجہ میں غربت کا خاتمہ ہو سکے اور عام آدمی کی معاشی مشکلات کا ازالہ ہو سکے۔ اسی طرح انہوں نے مزدوروں، کسانوں اور عام شہریوں کو جرأت اور حوصلہ دیا جس کے بعد ان کی آواز زیادہ توانا ہو کر اُبھری۔

Scanned with CamScanner

مفاہمت

اسلام، جمہوریت اور مغرب

بے نظیر بھٹو/مترجم: جہانگیر بدر

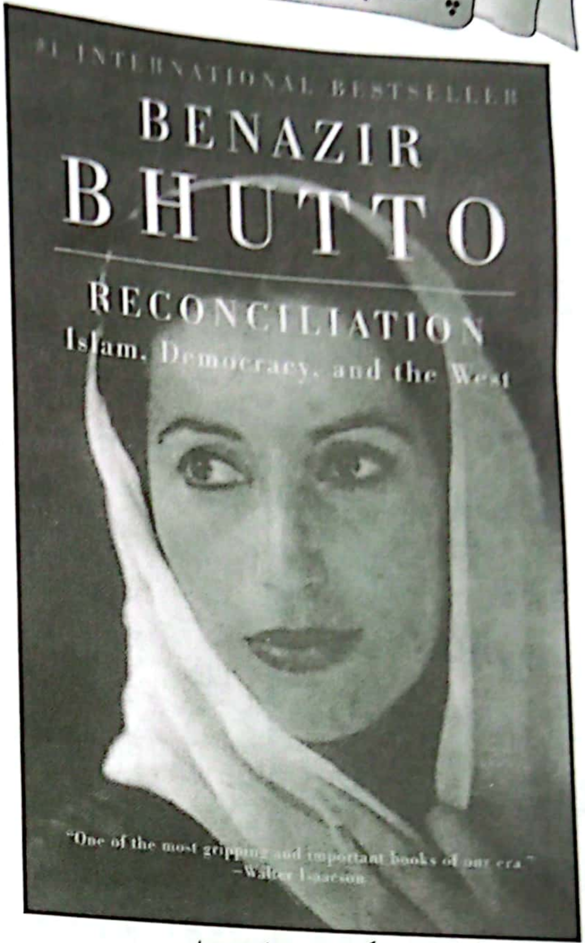

یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے کہ کیا مسلمان جدید دنیا میں تشریح اور رہنمائی کے لئے قدیم کتابوں کا سہارا لے سکتے ہیں مگر یقیناً کسی بھی دین کے ماننے والے اپنے عقائد کی آفاقیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ عہد نامۂ قدیم، عہد نامۂ جدید، اور قرآن صرف اپنے نزول کے دور کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ ان کا وجود ہمیشہ کے لئے ہے، ان کی رہنمائی ہر دور کے لئے ہے۔

مگر کچھ لوگ یہ اعتراض اٹھائیں گے کہ قرآن یا کسی بھی آسمانی صحیفے سے آج (جدید دور میں) کثرتیت اور انفرادی خودمختاری جیسے تصورات کے لئے رہنمائی حاصل کرنا، دورِ جدید کے انسانی حقوق کے تصورات اور دیگر جمہوری مثالوں کو ایک ایسے پیغام پر ٹھونسنے کے برابر ہوگا جو کہ کسی اور عہد میں نازل ہوا۔ جن موضوعات پر قرآن میں صریحی بحث نہیں کی گئی ان کے لئے ہم آج کے فقہاء کی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ یہ علماء قرآن کے نزول کے وقت کے سیاق و سباق کو پرکھ سکتے ہیں اور ایسے آفاقی اصول اخذ کرسکتے ہیں جنہیں موجودہ ایشوز پر لاگو کیا جاسکتا ہے۔ اسلام کے پیغام میں اجتہاد اور اجماع کی گنجائش ہے۔ ہر دور میں اس کے مستقل اصولوں پر منطق کا اطلاق کر کے اس وقت کے لئے ایک ایسی موزوں تشریح حاصل کی جاتی رہی ہے جس پر سب متفق ہوں۔

اسلامی حلقوں میں یہ بحث زور و شور سے ہوتی رہی ہے کہ دیگر ثقافتوں اور دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کا تعلق کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے دوسری ثقافتوں اور مذاہب کو اتنے کشادہ دل اور پُر احترام طریقے سے قبول کیا ہے کہ کسی دیگر عظیم وحدانیت پرست مذہب نے اپنے ابتدائی دور میں نہیں کیا ممکن ہے کہ آج کی دنیا میں اسلام کا تأثر ایک مقفل اور غیر روادار مذہب کا ہو، مگر یہ تأثر حقیقت سے بہت دور ہے، چاہے انتہا پسند دنیا کو اس

Scanned with CamScanner

کے برعکس یقین کرنے پر مجبور کرنے کی کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلیں۔

اسلام اس بنیادی اصول کو ایک حقیقت کے طور پر قبول کرتا ہے کہ انسانوں کو مختلف معاشروں اور مذاہب پر تخلیق کیا گیا اور وہ مختلف ہی رہیں گے۔ ''اور اگر تمہارا اللہ چاہتا تو یقیناً سب انسانوں کو ایک ہی قوم بنا ڈالتا اور وہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے رہیں گے۔'' ''اور اگر تمہارے خدا کی مرضی ہوتی، یقیناً زمین پر موجود سب لوگ ایمان لے آتے، سب کے سب۔ تو کیا تب تم انسانوں پر جبر کرو گے تاوقتیکہ وہ ایمان لے آئیں؟'' یہ خدا کی مرضی نہ تھی کہ زمین پر بسنے والے سب انسان ایک ہی دین کے ماننے والے یا ایک ہی ثقافت کے رکن ہوں۔ اگر یہ اس کی مرضی ہوتی تو وہ یقیناً ایسا کرنے کا حکم دے دیتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تنوع خدا نے پیدا کیا اور مومنوں کو ہدایت کی کہ وہ انصاف برتیں اور دنیا میں انصاف کی ہی تمنا کریں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا دوسرے ادیان اور ثقافتوں کے لئے رواداری چاہتا ہے جو کہ خود اسی کی تخلیق کردہ ہیں۔

قرآن منکشف کرتا ہے کہ خدا نے ایک لاکھ بیس ہزار پیغمبر بھیجے۔ اس طرح یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ ایک مسلم ریاست میں متنوع نکتہ ہائے نظر کی نمائندگی ہوگی اور ان کا تحفظ کیا جانا چاہئے۔ قرآن محض دیگر ادیان سے رواداری برتنے کی تبلیغ ہی نہیں کرتا بلکہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ تمام وحدانیت پرست مذاہب نجات کا باعث ہوسکتے ہیں۔

انتخاب کی آزادی، خصوصاً عقیدے کے معاملے میں، قرآنی اقدار کا سنگ بنیاد ہے۔ یہ آزادی بلاشک وشبہ، مذہب میں کثرتیت کو جنم دیتی ہے اسلام کے اندر بھی اور باہر بھی۔ انتخاب کی آزادی کو قرآن کی طرف سے ترجیح دیئے جانا اس امر کا غماز ہے کہ خدا کی مرضی بھی کثرتیت اور مذہبی تنوع کے حق میں ہے۔ قرآن سے اس سلسلے میں ملنے والی مثالیں صریح اور چونکا دینے والی ہیں۔ ''تمہارے پاس تمہارا دین ہوگا اور میرے پاس میرا دین۔'' قرآن غیر مبہم طور پر مذہبی معاملات میں حقِ انتخاب چاہتا ہے۔

نہایت انوکھی اور منفرد بات یہ ہے کہ قرآن یہ تسلیم کرتا ہے کہ دیگر مذاہب بلا روک ٹوک راہ نجات کی طرف رہنمائی کرسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''یقیناً وہ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہیں اور نصرانی ہیں اور صابی ہیں جو کوئی بھی خدا پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور نیک اعمال کرتا ہے، انہیں خدا کے ہاں سے ان کا اجر ملے گا اور ان کے لئے کوئی خوف نہیں نہ ہی وہ غم کے شکار ہوں گے۔''

اسلام ایک خدا تلے تمام انسانیت کو ایک اعلیٰ مرتبے پر فائز کرتا ہے اور دیگر تمام مذاہب کے مطلق العنان دعوائے نجات کو جھٹلا دیتا ہے۔ میرے خیال میں دنیا کے کسی اور مذہب میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

قرآن مذہبی کثرتیت کی حمایت کرتا ہے۔ یہودیت اور عیسائیت جیسے گزشتہ مذاہب کی شکل میں نازل ہونے والے احکامات کو منسوخ کرنا یا ان پر فوقیت حاصل کرنا اس کا مقصد نہیں۔ اس کی بجائے وحدانیت پرست مذاہب کی جماعت خدا کی نگاہ میں ایک مقصد کی نگہدار ہیں یعنی اعلیٰ اخلاقی کردار اور اوصاف کی حامل قوم کی تشکیل۔ خدا نے انسان کو انصاف اور مساوات کی بنیادی اقدار کے ساتھ پیدا کیا۔ خدا کی تخلیق کردہ عالمی برادری کو حکم دیا گیا کہ ''نیکی کے کاموں میں عجلت کرنے میں

Scanned with CamScanner

ایک دوسرے کے ساتھ کوشش کرو۔'' یا دیگر تراجم میں ''نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ مسابقت کرو۔''

قرآن ان لوگوں پر خصوصی نظر کرم رکھتا ہے جو ایک سچے خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک اچھی اور پاکیزہ زندگی گزارتے ہیں۔ اس کا یہ دعویٰ نہیں کہ صرف اسلام ہی نجات کا واحد راستہ ہے۔ خدا کی رحمت کو کسی بھی انداز میں محدود کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ لہٰذا ہم زمین کے باسی، ادیان کے مابین امتیاز نہیں کرسکتے۔ قرآن سے مثالیں:

''اللہ انسانوں کو اپنی رحمت میں سے جو بھی حصہ دے، اسے روکنے والا کوئی نہیں، اور جس چیز کو وہ روک لے، اسے دینے والا اور کوئی نہیں، اور وہ قادر ہے، حکیم ہے......''

''جن کے پاس اختیار ہے اور اس (اللہ) سے قربت رکھنے والے اپنے خدا کی حمد وثناء کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کے لئے اس کی پناہ مانگتے ہیں: ہمارے خدا! تیری رحمت اور تیرا علم سب پر محیط ہے، پس ان کو اپنی پناہ میں لے جو (تیرے ساتھ) سچے ہیں اور تیرے راستے پر چلنے والے ہیں اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچالے۔''

''کیا وہ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کریں گے؟ ہم اس دنیا کی زندگی میں ان کے درمیان ان کا رزق تقسیم کرتے ہیں اور ہم نے بعضوں کو بعض پر فضیلت دی ہے تاکہ بعض بعضوں پر حکمران ہوں، اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو کہ وہ اکٹھا کرتے ہیں۔''

اسلام کی نظر میں لوگوں کو دین میں حقِ انتخاب دیا جانا چاہئے اور یہ کہ کسی دین کو لوگوں پر مسلط نہیں کیا جانا چاہئے۔ مذہبی آزادی لوگوں کو اسلام، یا کوئی بھی اور مذہب، اپنے منتخب کردہ مذہب کے طور پر، آزادانہ طور پر قبول کرنے کی اجازت دیتی ہے۔ مرضی کی بجائے مجبوری کے تحت اسلام پر کاربند ہونا غیر اسلامی ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے: ''دین میں کوئی جبر نہیں۔'' جبر کے تحت دین پر کاربند ہونا یا اسے قبول کرنا حقیقتاً اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ (اسی طرح عیسائی آقاؤں کی طرف سے مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنانا یا ''ہسپانوی تحقیقات (Spanish Inquisition) کے دوران عیسائیوں کی طرف سے ہسپانوی یہودیوں کو عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کرنا بھی اسلام کے منافی ٹھہرتا ہے۔)

قرآن مجید کے ذریعے ملنے والی اسلامی تعلیمات کثرتیت کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔ قرآن دوسروں کے ساتھ مل کر رہنے پر زور دیتا ہے۔ کائنات کو کئی قبیلوں اور قوموں میں تقسیم خدا نے کیا ہے۔ سب خدا کی تخلیق ہیں اور قرآن کے مطابق ہر مرد اور عورت کو خدا کی نگاہ میں مساوی بنایا گیا ہے۔ نسل اور مذہب سے قطع نظر یہی مساوات ہے جو اسلام کے قلب میں موجود کثرتیت اور رواداری کی بنیاد ہے۔ ''اگر اللہ چاہتا تو وہ تم (سب) کو ایک واحد قوم بنادیتا لیکن یہ کہ وہ تمہیں آزمائے گا اس میں جو اس نے تمہیں دیا ہے، لہٰذا نیکی کرنے میں عجلت کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ کوشش کرو۔''

ایک دوسرے کے حوالوں سے انسانوں پر ایک مشترکہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیونکہ وہ ایک ہی رُوح سے تخلیق ہوئے ہیں (حضرت آدمؑ اور اماں حواؑ کو ایک ہی رُوح سے تخلیق کیا گیا تھا اور ہم سب ان کی اولاد ہیں): ''اے لوگو! خدا کے معاملے میں (اپنے) فرض سے خبردار رہو جس نے

Scanned with CamScanner

تمہیں ایک واحد وجود سے پیدا کیا اور اس کا ساتھی بھی اسی (نسل) سے بنایا اور ان دونوں سے کئی مرد اور عورتیں پیدا ہوئیں۔''

قرآن مجید کے اہم ترین پیغامات میں سے ایک یہ ہے کہ ہمارے طرز زندگی میں کوئی اکراہ و جبر نہیں ہے۔ یہ انسانی روّیے میں رواداری کی بنیاد رکھتا ہے۔ تمام عظیم مسلمان قائدین غیر مسلموں کا احترام کرتے تھے اور لوگوں کو زبردستی مسلمان کرنے یا ان کے مذہبی عقیدے کی بنا پر انہیں قتل کرنے سے بچتے تھے۔ یہ اصول کہ ''تمہارے پاس تمہارا دین ہوگا اور میرے پاس میرا'' اب اس تصور کا ایک حصہ ہے جسے ہم ''مذہبی آزادی کا حق'' کہتے ہیں۔ جبر کی ممانعت کرنے کی یہ تعلیم آزادیٔ اظہار میں اسلام کے یقین کی تائید کرتی ہے اور بحث و تمحیص کے لئے بنیاد فراہم کرتی ہے جو کہ ایک جمہوری معاشرے کے بنیادی اوصاف ہیں۔

مختلف مذہبی گروہوں کے مسلم حکومت تلے پُرامن انداز میں اکٹھے رہنے کی مثال تاریخ سے ملتی ہے، یہاں تک کہ سب سے پہلی مسلم آبادی میں حضرت محمد رسول اللہ کی قیادت تلے بھی۔ ۶۲۲ء میں حضرت محمد رسول اللہؐ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی جہاں انہوں نے پہلی اسلامی ریاست بنائی۔ انہوں نے اس ریاست کی بنیاد تینوں گروہوں، مہاجرین، انصار اور یہود کے مابین معاہدے پر رکھی۔ یہ ریاست مختلف مذاہب پر مشتمل تھی، پھر بھی اس ابتدائی معاہدے نے ایک سادہ وفاقی ریاست تشکیل دی جس نے تمام گروہوں کو مساوی حقوق عطا کئے۔

تینوں عظیم وحدانیت پرست مذاہب میں، اسلام درحقیقت نہایت غیر معمولی انفرادیت رکھتا ہے، اس حوالے سے، کہ اس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے لائے ہوئے پیغام کو بھی اپنا بنا کر قبول کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ''اسلام'' کے معنی خدائے واحد کے سامنے جھک جانے کے ہیں۔ ''مسلم'' سے مراد ہے وہ جو خدائے واحد کے سامنے جھکتا ہے۔ عیسائی اور یہودی بھی ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں لہٰذا جب سلطنت برطانیہ اپنے عروج پر تھی اور سورج اس پر کبھی نہ ڈھلتا تھا تو برطانوی مسلمانوں کو ''محمڈن'' یعنی نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہؐ کے ماننے والے، کہہ کر پکارنے کا فیصلہ کیا۔ یہ اس لئے کیا گیا تا کہ ''محمڈنز'' کو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کے ماننے والوں سے الگ کیا جا سکے جنہیں خدائے واحد کی پرستش کرنے کے حوالے سے ''مسلم'' بھی کہا جا سکتا تھا۔

قرآن کو پڑھتے ہوئے بعض مقامات پر عیسائی اور یہودی اپنی خود کی مذہبی تعلیمات کی جھلک اس میں پائیں گے۔ دنیا کے تینوں عظیم واحدانیت پرست مذاہب کی مشترک اقدار کو ان کے مابین رواداری کو فروغ دینا چاہئے۔

''اور یہی حکم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کو دیا (اور) یعقوب (علیہ السلام نے بھی)۔ اے میرے بیٹو! یقیناً اللہ نے تمہارے لئے (یہ) عقیدہ چنا ہے، پس تب تک نہ مرو جب تک کہ مسلم نہ ہو جاؤ۔ (مسلم سے مراد ایک خدا کو ماننے والے۔)''

''نہیں! کیا تم نے دیکھا کہ جب موت یعقوبؑ کے پاس آئی جب اس نے اپنے بیٹوں سے کہا۔ کیا تم میرے بعد خدمت کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہم آپ کے خدا کی اور آپ کے اجداد ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کے خدا کی خدمت کریں گے، صرف ایک خدا، اور اسی کے آگے ہم جھکتے ہیں......'' ''یقیناً اللہ نے آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ کی اولاد کو اور آل عمران کو اقوام

Scanned with CamScanner

کے اوپر چنا......''

''کہو: اے کتاب کے ماننے والو! ہمارے اور تمہارے درمیان، ایک منصفانہ معاہدے پر متفق ہو جاؤ کہ ہم کسی اور کی خدمت نہ کریں گے سوائے خدا کے اور (یہ کہ) ہم کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں گے، اور (یہ کہ) ہم میں سے بعض دوسروں کو خدا کے ساتھ خدا نہ سمجھیں گے لیکن اگر وہ رُخ پھیر لیں تو کہو: ہم مسلمان (خدا کے سامنے جھکنے والے) ہیں۔''

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن پہلے پیغمبروں کے لائے ہوئے پیغام کا تسلسل ہے جن میں یہودیت اور عیسائیت کے پیغمبر بھی شامل ہیں۔ یہ دنیا کے دوسرے مذاہب سے ہٹ کر ہے جو ماضی کے مذاہب سے ''کٹ'' کر چلتے ہیں۔ مثال کے طور پر، عہد نامۂ جدید یہودیوں کے متعلق کہتا ہے: ''تم اپنے باپ، شیطان، کے غلام ہو اور تم اپنے باپ کی خواہش پوری کرنا چاہتے ہو۔''

''افسوس تم پر، قانون پڑھانے والو اور فارسیو، منافقو! تم نبیوں کے لئے مزار تعمیر کرتے ہو اور نیکو کاروں کی قبروں کو آراستہ کرتے ہو، اور تم کہتے ہو ''اگر ہم اپنے اجداد کے زمانے میں زندہ ہوتے تو ہم ان کے ساتھ پیغمبر کا خون بہانے میں شریک نہ ہوتے، پس تم اپنے خلاف گواہی دیتے ہو کہ تم ان کی اولاد ہو جنہوں نے پیغمبروں کو قتل کیا۔ تو پھر اپنے اجداد کے گناہ کا پیمانہ بھر دو۔ سانپو! سانپوں کی اولاد و! تم جہنم کے عذاب سے کیسے بچو گے؟ اس لئے میں تمہارے پاس پیغمبر اور دانشمند انسان اور معلم بھیج رہا ہوں۔ ان میں سے کچھ کو تم مارو گے اور مصلوب کرو گے، دوسروں کو تم اپنے معبد میں کوڑے مارو گے اور قریہ قریہ ان کا پیچھا کرو گے......''

''خدا کا پیغام پورے خطے میں پھیلتا ہے مگر یہودیوں نے خدا کا خوف رکھنے والی معزز خواتین اور شہر کے سرکردہ آدمیوں کو بھڑکایا۔ انہوں نے پولس اور برناباس کو تنگ کیا اور انہیں خطے سے باہر نکال دیا......''

''اسرائیل کے لوگو، تمہیں اس پر حیرت کیوں ہوتی ہے؟ تم ہماری طرف اس طرح کیوں دیکھتے ہو جیسے ہم نے اپنی ذاتی قوت یا الوہیت سے اس آدمی کو چلنے کے قابل کر دیا ہے؟ ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے خدا، ہمارے اجداد کے خدا نے اپنے خادم عیسیٰؑ کو عظمت بخشی ہے۔ تم نے اسے مروانے کے لئے پکڑوایا، اور تم پائلیٹ کے سامنے اس سے دستبردار ہو گئے، اگرچہ اس نے اسے رہا کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ تم نے مقدس اور نیک رُوح سے دستبرداری کا اظہار کیا اور کہا کہ ایک قاتل کو رہا کر کے تمہارے حوالے کیا جائے۔ تم نے زندگی کے لکھنے والے کو مار ڈالا۔''

عجیب ستم ظریفی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کئی مسلم معاشرے رواداری کا چلن چھوڑ بیٹھے جبکہ مغربی اقوام نے اسلام کی رواداری اور کثرتیت کو زیادہ کھلے دل سے قبول کرنا شروع کر دیا۔

اسلام ان سب کو نجات کے مستحقین کی حیثیت سے قبول کرتا ہے جو ایک خدا کو اپنا آقا اور خالق تسلیم کرتے ہیں۔ عیسائیت میں نجات کا واحد راستہ عیسیٰ (علیہ السلام) ہیں۔ ''کیونکہ خدا کو دنیا سے اتنی محبت تھی کہ اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو اختیار دیا کہ جو کوئی اس پر ایمان لائے گا وہ مرے گا نہیں بلکہ ابدی زندگی پائے گا۔ جو کوئی اس پر ایمان لاتا ہے اس پر عذاب نہیں ہوتا مگر جو کوئی بھی اس پر ایمان نہیں لاتا، بربادی پہلے ہی اس کا مقدر ہو جاتی ہے کیونکہ وہ خدا کے اکلوتے بیٹے پر ایمان نہیں لایا۔''

Scanned with CamScanner

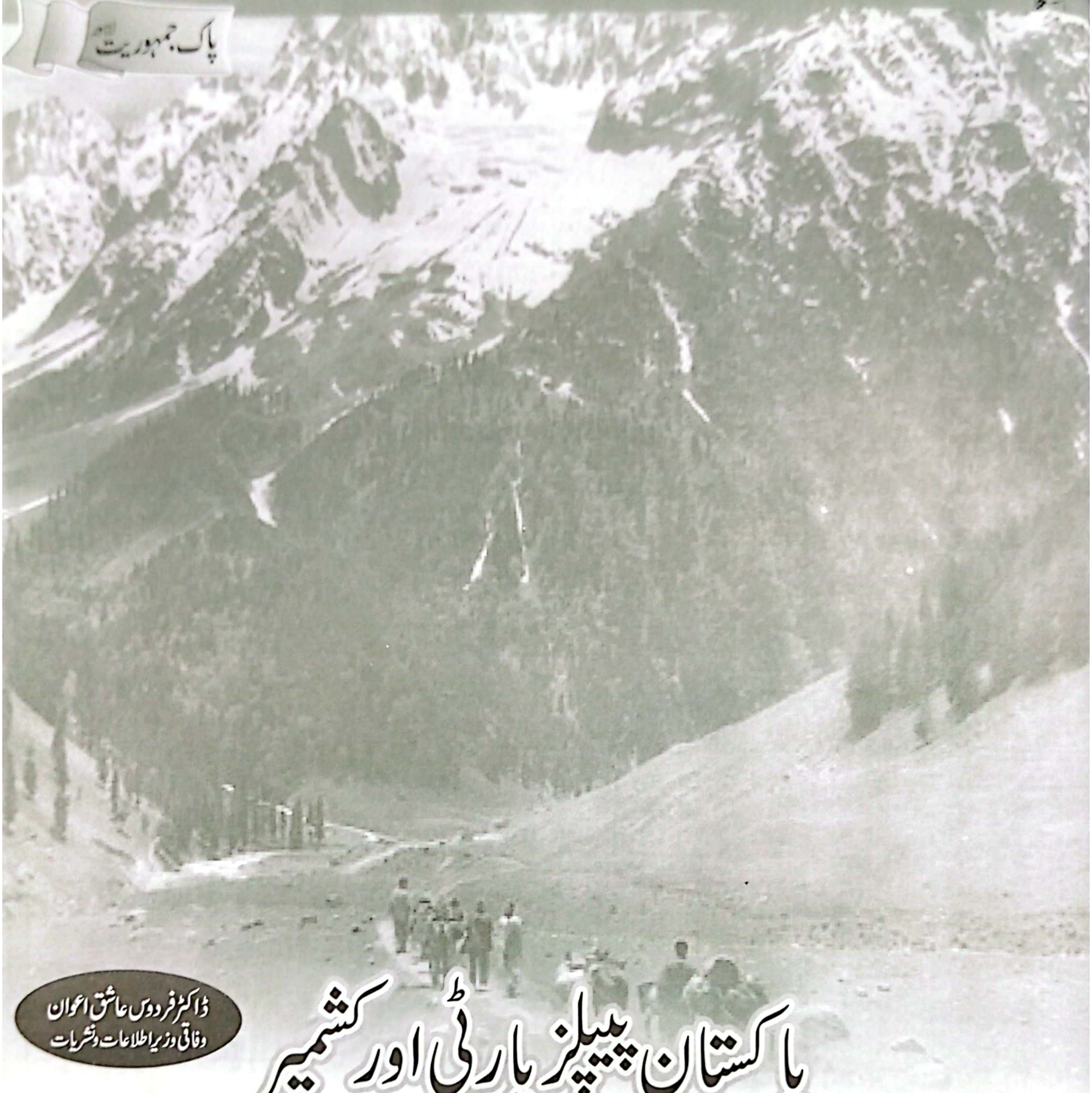

ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان
وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات

پاکستان پیپلز پارٹی اور کشمیر

کشمیر دنیا کا ایک حسین خطہ ہے۔ خوبصورت ترین وادی ہے۔صدیوں سے اس کا حسن اس جنت میں قدم رکھنے والوں کو متاثر کرتا ہے۔مغل بادشاہ جہانگیر جب کشمیر آیا تو وہ قدرتی حسن سے مالا مال سرزمین کو دیکھ کر بے ساختہ کہہ اُٹھا

؎ اگر فردوس برروئے زمیں است
ہمیں است وہمیں است وہمیں است

کہ اگر روئے زمین پر کوئی جنت ہے تو وہ یہی ہے، یہی ہے یہی ہے۔لیکن اس خطۂ جنت نظیر کی بدقسمتی یہ ہے کہ اس کے باشندے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور آزادی کے حصول کے لیے جدو جہد کرتے ہوئے ایک صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے مگر ابھی تک آزادی نصیب نہ ہوئی۔آزادی کی یہ خواہش اور تحریک ایک صدی سے مسلسل جاری ہے۔جب تحریک پاکستان کا آغاز ہوا تو وادی کشمیر کے باسیوں نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنی

Scanned with CamScanner

آنکھوں میں روشن صبح کا خواب سجا لیا کیونکہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ ریاست کا خواب سب سے پہلے سیالکوٹ کے کشمیری فرزند حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے ہی دیکھا تھا۔

ان کے تصورِ پاکستان کے اس خواب کو جو انہوں نے خطبہ الٰہ آباد میں پیش کیا تھا برصغیر کے طول وعرض میں سراہا گیا۔ اور یہی خواب برصغیر کے مسلمانوں کے لیے روشن صبح کا ستارہ بن کر جھلملانے لگا۔ یوں دیکھتے ہی دیکھتے آزادی کی تحریک برصغیر میں پھیل گئی اور حضرت قائداعظم محمد علی جناحؒ کی قیادت میں اس خواب کو تعبیر مل گئی یکن بدقسمتی سے کشمیر کی تقدیر کا فیصلہ انگریزوں کی زنیتی کی بھینٹ چڑھ گیا۔ کشمیر کی آزادی کو التواء ں ڈال دیا گیا اور پھر ہندوستان نے اس پر اصبانہ انداز میں قبضہ کرلیا۔ آزادی کے وقت یہ طے ہوا تھا کہ حق رائے دہی کے ذریعے کشمیر کی زادی کا فیصلہ ہوگا مگر ۶۵ سال ہونے کو ہیں یہ ق ان کو نہ دیا گیا۔

پاکستان کی آزادی کے ایک سال بعد ہی ر ۱۹۴۸ء میں کشمیری نوجوانوں کی جدوجہد ، کچھ حصہ کو آزاد کروالیا گیا جسے آزاد جموں و یر کا نام دیا گیا۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید نے بطور خارجہ ۲۲ ستمبر ۱۹۶۵ء کو اقوام متحدہ کی سکیورٹی ل سے اپنے خطاب کے دوران دنیا کو باور کروا ہ پاکستان اور کشمیر لازم وملزوم ہیں۔ اُنہوں نے کشمیری عوام کے دلوں کی بھرپور ترجمانی کرتے ہوئے کہا۔ ''جموں وکشمیر نہ انڈیا کا حصہ ہے نہ کبھی حصہ تھا۔ یہ پاکستان اور انڈیا کے درمیان حل طلب مسئلہ ہے پاکستان کا ہر لحاظ سے کشمیر کے ساتھ مضبوط رشتہ ہے بہ نسبت انڈیا کے۔ جموں وکشمیر اور پاکستان کے عوام خون، جسم و جان، تہذیب و ثقافت، جغرافیائی تاریخی اور مذہبی بنیادوں پر ہر طرح سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں وہ پاکستان کے عوام کا حصہ ہیں''۔

اور اسی خطاب میں انہوں نے ایک تاریخی جملہ بھی کہا تھا کہ ''ہم ہزار سال تک اپنے دفاع کی جنگ لڑیں گے''۔ قائدعوام کے اس خطاب کو کشمیر، پاکستان اور دنیا بھر کے عوام بالخصوص مسلمانوں نے بے حد سراہا اور اس کے بعد پاکستان کے کشمیر کے بارے میں واضح اور دوٹوک مؤقف نے کشمیریوں کو پاکستان کے مزید قریب کردیا۔

پھر جب ذوالفقار علی بھٹو شہید نے جنرل ایوب سے معاہدہ تاشقند پر اختلاف کے بعد وزارت خارجہ کو ٹھوکر ماری اور الگ سیاسی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کے نام سے قائم کی، تو کشمیر اور پاکستان کے عوام نے والہانہ محبت سے ان کے اس فیصلے کی توثیق کی۔ لہٰذا قائدعوام نے پاکستان پیپلز پارٹی کشمیر میں بھی قائم کردی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے ہمیشہ مسئلہ کشمیر کو اوّلین ترجیح دی اور اپنی خارجہ پالیسی میں سرِفہرست رکھا۔ قائدعوام شہید نے فروری ۱۹۷۴ء میں اسلامی سربراہی کانفرنس کا لاہور میں انعقاد کر کے مسئلہ کشمیر اور مسئلہ فلسطین کو بھرپور انداز میں اُجاگر کیا اور اُمتِ مسلمہ کو کشمیر کے مسئلہ پر بریف کیا اور ان کی بھرپور حمایت حاصل کی۔ اس سے پہلے کشمیر کے مسئلے کو امتِ مسلمہ اتنی اہمیت نہ دیتی تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے اپنے پہلے دورِ حکومت میں کشمیر کے مسئلے پر خارجہ پالیسی ترتیب دی اور ہر فورم پر اس مسئلے کو اُٹھایا۔ کشمیریوں کے حق خودارادیت کی اہمیت کو اقوام عالم سے تسلیم کروایا اور دنیا کو بتایا کہ کس طرح سے کشمیریوں کو بزور طاقت غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ جب پاکستان پیپلز پارٹی کی دوسری حکومت محترمہ بے نظیر بھٹو کی قیادت میں ۱۹۸۸ء میں قائم ہوئی تو ایک دفعہ پھر تحریک آزادی کشمیر نے آل پارٹیز حریت کانفرنس کی زیرقیادت زور پکڑ لیا۔ کیونکہ ۱۱ سالہ مارشل لاء کے دور میں کشمیر پالیسی کو فراموش کردیا گیا تھا لہٰذا جب پاکستان میں جمہوریت کا سورج طلوع ہوا تو وادیٔ کشمیر کے باسیوں کو بھی اُمید کی کرن دکھائی دی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی اس حکومت نے بھی پارٹی پالیسی کو جاری رکھتے ہوئے کشمیر کے مسئلہ کو دنیا بھر میں اُجاگر کیا اور خارجہ کمیٹی کی چیئرمین شپ نوابزادہ نصراللہ خان کو سونپی۔ محترمہ بے نظیر بھٹو اور نوابزادہ نصراللہ خان نے مراکش میں ہونے والی اسلامی سربراہی کانفرنس میں شرکت کی اور مسلم ممالک کو یہ احساس دلانے میں کامیاب ہوئے کہ آل پارٹیز حریت کانفرنس ہی کشمیری عوام کے جذبات کی صحیح

Scanned with CamScanner CamScanner

ترجمان ہے اور یوں اے پی ایچ سی کی سیاسی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے بعد میں جو پاک بھارت مذاکرات مسئلہ کشمیر کے حوالے سے ہوئے، ان میں آل پارٹیز حریت کانفرنس کو تیسرے فریق کی حیثیت سے نمائندگی دی گئی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے ہمیشہ مذاکرات کے ذریعے مسئلہ کشمیر کے حل پر زور دیا کیونکہ جنگ وجدل سے صرف کشت وخون ہوتا ہے مسائل حل نہیں ہوتے۔ لہٰذا جمہوری سوچ اور فکر ہی مسائل حل کرسکتی ہے اور جمہوریت کا مضبوط ہونا اس بات کا عکاس ہے کہ دوسروں کے حقوق کو غصب نہ کیا جائے۔ شہید محترمہ بے نظیر بھٹو نے انٹرنیشنل کشمیر الائنس سے ۲۹ مئی ۲۰۰۴ء کو اپنے خطاب میں کہا تھا کہ ”میں ان لوگوں میں سے ہوں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ جمہوریتیں دوسری جمہوریتوں کے خلاف جنگ میں نہیں جاتیں۔ میں یہ پاکستان اور انڈیا کی تاریخ کے حوالے سے کہہ رہی ہوں کہ آزادی سے لے کر اب تک ہم نے تین جنگیں آمریت کے دور میں انڈیا سے لڑی ہیں اور ۱۹۹۶ء میں میری جمہوری حکومت کے خاتمے کے بعد بھی تین دفعہ جنگ کے دہانے پر پہنچے“۔

یہ حقیقت بھی ہے کہ جب ملک میں جمہوریت ہوگی، دوسروں کے حقوق کا احترام ہوگا۔ لوگوں کی عزت نفس مجروح نہ ہوگی تو یقیناً بیرونی دنیا سے بھی معاملات اسی بنیاد پر خوش اسلوبی سے چلیں گے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کے پہلے دور حکومت میں جب کشمیر تحریک نے ایک بار پھر زور پکڑا تو جمہوری حکومت نے ملک اور بیرون ملک کشمیریوں کا مقدمہ کامیابی سے لڑا اور کشمیری عوام سے اظہارِ یکجہتی کے لئے ۵ فروری ۱۹۹۰ء کو پاکستان میں عام تعطیل کا آغاز کر کے یومِ یکجہتی کشمیر منانے کا اعلان کیا جو آج بھی پاکستان کے عوام اپنے کشمیری بھائیوں کے ساتھ اسی محبت اور عقیدت کے ساتھ مناتے ہیں جو پاکستان پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں شروع ہوا تھا۔ اس دن کے منانے کا مقصد دنیا کو یہ پیغام دینا ہے کہ بھارت نے کشمیر پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے اور وہاں کے عوام کو اقوام متحدہ کے چارٹر کے مطابق حق خودارادیت دینے سے منحرف ہے۔ اس دن دنیا بھر میں پاکستانیوں اور کشمیری عوام کی طرف سے ہونے والی تقریبات اور سیمینارز میں کشمیر میں ہونے والے ظلم وستم اور ناانصافی کو اجاگر کیا جاتا ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی ہر حکومت نے دونوں اطراف کے کشمیری عوام کے آپس کے رابطوں کو بحال اور برقرار رکھنے کی ضرورت پر زور دیا ہے اور لائن آف کنٹرول کو کھولنے کی بات کی ہے تاکہ دونوں اطراف کے عوام اپنے خونی رشتوں سے مل سکیں اور آ جا سکیں لیکن پاکستان پیپلز پارٹی نے کبھی بھی کشمیر کے عوام کے بنیادی حق یعنی حق خودارادیت پر کوئی سمجھوتہ کرنے کا تصور بھی نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر کے عوام پاکستان پیپلز پارٹی پر بے انتہا اعتماد کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ پیپلز پارٹی ان کی اُمنگوں کی بہترین ترجمان پارٹی ہے۔ موجودہ دور میں آزاد جموں وکشمیر کے عوام نے پیپلز پارٹی کو ایک بار پھر ووٹ دیا ہے اور آج آزاد جموں وکشمیر میں بھی پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہے جو عوام کے بنیادی حقوق کی بہترین محافظ ہے۔ پیپلز پارٹی اور جمہوریت ہی پاکستان اور کشمیر کے عوام کے درمیان ایک مضبوط رشتہ ہے اور یوں پیپلز پارٹی قائد عوام کے الفاظ کے مطابق کشمیر اور پاکستان کے درمیان یک جان دو قالب کی عملی تصویر ہے اور دونوں لازم وملزوم ہیں۔

موجودہ دور میں آزاد جموں وکشمیر کے عوام نے پیپلز پارٹی کو ایک بار پھر ووٹ دیا ہے اور آج آزاد جموں وکشمیر میں بھی پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہے جو عوام کے بنیادی حقوق کی بہترین محافظ ہے۔ پیپلز پارٹی اور جمہوریت ہی پاکستان اور کشمیر کے عوام کے درمیان ایک مضبوط رشتہ ہے۔

یوم کشمیر کے حوالے سے خصوصی تحریر

مسئلہ کشمیر اور حکومت سے توقعات

سرفراز انور صفی

ہم سب اپنے گھر میں بہت خوش تھے۔ میں اپنے خاوند کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزار رہی تھی۔ میرے خاوند درزی کے کام کے ساتھ ساتھ ٹھیکیداری بھی کرتے تھے۔ ہماری اپنی زمین بھی تھی جس میں ہم چاول، مکئی اور سبزیاں اُگاتے تھے اور پھل بھی اپنے ہوتے تھے۔ گھر کی زمینوں میں ہر چیز میسر تھی زندگی بہت حسین تھی۔ میرے شوہر ۱۹۹۰ء میں ایک کشمیری تنظیم سے وابستہ ہو گئے اور اسی دوران وہ ہمیں بتائے بغیر آزاد کشمیر آئے اور ایک سال تک یہاں مقیم رہے۔ اس ایک سال میں ہمارا اُن سے کوئی رابطہ نہیں تھا، بھارتی فوجی میرے خاوند کی تلاش میں ہمارے گھروں پر چھاپے مارتے اور اُن کے متعلق پوچھتے رہتے۔ پھر ایک دن میرے والدین، بہن اور بھائی بھارتی افواج کے ظلم سے تنگ آ کر لائن آف کنٹرول عبور کر کے مظفر آباد جا بسے۔ ۱۹۹۱ء میں میرے خاوند گھر واپس آئے تو بھارتی فوج کو علم ہو گیا لیکن بھارتی فوج کے چھاپے سے قبل ہی میرے خاوند گھر سے نکل گئے۔ جب بھارتی فوج نے ہمارے گھر پر چھاپہ مارا تو انہوں نے پورے گھر کی تلاشی لی اور میرے خاوند کو نہ پا کر ہمیں تشدد کا نشانہ بنایا۔ چھاپے دن اور رات کو کسی بھی وقت مارے جاتے اور ہر بار ہمیں تشدد کا نشانہ بنایا جاتا۔ خوف سے ہم نے اپنا گھر چھوڑ دیا اور گاؤں میں مختلف لوگوں کے گھروں میں رہنے لگے۔ ہمیں کھانے، پینے، پہننے کے لئے مشکلات کا سامنا

تھا اور ہم نے زندگی کے بہترین چھ سال یونہی دربدر گزارے۔ میری والدہ مظفرآباد میں وفات پاگئیں۔ مجھے اپنی والدہ سے ملنے کا بہت ارمان رہا، سینے میں یہ دکھ آج بھی دفن ہے۔ ادھر ہم جن لوگوں کے گھروں میں رہ رہے تھے وہ بھی ہم سے تنگ آگئے۔ اس بار میرے خاوند نے جب مجھ سے رابطہ کیا تو حالات کا سن کر کہا کہ یہاں مشکلات ہیں اس لئے تمہیں مظفر آباد چھوڑ آتا ہوں۔ یہ ۱۹۹۶ء کا موسم بہار تھا۔ ہم رات کے بارہ بجے آزاد کشمیر کیلئے اپنے گاؤں سے نکلے۔ ہم تین لوگ تھے، جن میں مَیں، میرا خاوند اور ہماری اکلوتی بیٹی شامل تھی۔ یہ سفر انتہائی کٹھن تھا۔ ہمارے پاس جوتے تھے نہ مناسب کپڑے اور نہ ہی کھانے پینے کی اشیاء۔ ہم نے بھوک پیاس سے جنگلی گھاس کھا کر سفر جاری رکھا۔ دن کو بھارتی فوج سے بچنے کیلئے پہاڑوں، جنگلوں میں چھپ جاتے اور رات کو سفر کرتے۔ تین دن بعد ہم لائن آف کنٹرول عبور کرکے آزاد کشمیر پہنچ گئے۔ یہاں ہمیں کشمیریوں کے پناہ گزین کیمپ میں منتقل کیا گیا۔ جب یہاں پہنچے تو میرے والد اور بہن بھائی بہت خوش ہوئے لیکن میری آنکھیں ماں کو تلاش کرتی تھیں جو منوں مٹی تلے دب چکی تھی۔ ابھی سنبھل نہ پائی تھی کہ اطلاع ملی کہ ہمارے گھر کو بھارتی افواج نے جلا دیا ہے۔ یہ دکھوں کا سلسلہ یہیں نہیں رکا، اسی سال میرے خاوند لائن آف کنٹرول کے قریب بھارتی افواج کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ مجھے خاوند کی شہادت کی خبر ملی تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ میری دنیا لٹ گئی۔ دل سے یہ دکھ کبھی نہیں نکلے گا کہ میں اپنے شوہر کا چہرہ نہیں دیکھ سکی۔ مجھے کچھ نہیں پتا کہ انہیں دفن بھی کیا گیا یا نہیں۔ چند دنوں بعد مقبوضہ کشمیر میں میرے دیور کو بھی شہید کر دیا گیا۔ جن دنوں میرے شوہر شہید ہوئے تھے انہی دنوں میرے دیور کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ انہیں حراست میں شہید کیا گیا۔

قارئین کرام!! ہماری ایک کشمیری بہن شمیم بی بی کی یہ کہانی ہم نے ۲۰۰۴ء میں انٹرنیٹ پر پڑھی اور "محفوظ" کر لی تھی لیکن یہ صرف ایک کہانی نہیں ایسی ہزاروں لاکھوں کہانیاں لہولہو کشمیر کے گھر گھر سے وابستہ ہیں۔ انہی دنوں یعنی ۲۰۰۴ء میں پاکستانی صحافیوں کا ایک وفد مقبوضہ کشمیر گیا۔ انہوں نے اپنے تاثرات میں لکھا تھا کہ پاکستان اور کشمیری عوام کے درمیان محبتوں کے عجب رشتے کا اندازہ ہمیں اس وقت ہوا جب کہیں ہمارا استقبال گرم کشمیری چائے اور گیندے کے پھولوں سے کیا گیا اور کہیں بھارتی ایجنٹ ہونے کے طعنے سننے پڑے۔ ہمیں کشمیر میں نئی آوازیں سنائی دیں۔ شہادتوں کے جو اعداد و شمار ہم انسانی حقوق کی بین الاقوامی تنظیموں اور غیر سرکاری بھارتی میڈیا سے سنتے رہے ہیں اچانک وہ مجسم صورت میں ہمارے سامنے آگئے۔ ہم ان ماؤں سے ملے جن کے بچے بھارتی فورسز کی گولیوں کا نشانہ بن چکے ہیں یا جو لاپتہ ہیں یا پھر بھارت کی جیلوں میں گل سڑ رہے ہیں۔ ان میں سب سے اذیت ناک ان عورتوں کی کہانیاں تھیں جن کی بے حرمتی اور آبروریزی کی گئی۔ سری نگر میں ہمیں احساس ہوا کہ متنازعہ علاقہ کیا ہوتا ہے۔ قدم قدم پر سکیورٹی موجود۔ ہماری بس کے اندر جموں اور کشمیر کے مسلح اہلکار موجود اور ہماری بس کی حفاظت میں دو پولیس جیپیں آگے اور دو پیچھے۔

دوران سفر جموں سے ایک گھنٹے کے فاصلے پر جب ہم ناشتے کے لیے رکے تو ایک صحافی کے رفع حاجت کیلئے جانے سے پولیس والے پریشان ہو گئے اور انہوں نے اسے "فرار" ہونے کی کوشش گردانتے ہوئے تلاشی شروع کر دی۔ مقبوضہ کشمیر کی گلیوں، بازاروں، کالجوں، یونیورسٹیوں میں آزادی کی گونج تھی اور ہم تھے۔ اس دوران ہم میں سے کچھ ان قبرستانوں میں جانے میں کامیاب ہو گئے جہاں تحریکِ آزادی کے شہید دفن ہیں اور یہ جدوجہد آزادی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ قبرستان میں جموں کے ایک پولیس اہلکار نے کہا آپ لوگ جلدی سے باہر آجائیں اگر عوام کو پتا چل گیا کہ یہاں پاکستانی موجود ہیں تو ہزاروں لوگ جمع ہو جائیں گے اور ہمارے لیے صورت حال سنبھالنی مشکل ہو جائے گی۔

یہ تو تھے ان صحافیوں کے تاثرات جنہوں نے مقبوضہ خطے کا ۲۰۰۴ء میں دورہ کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کشمیری عوام ۱۹۴۷ء سے آج تک جو قربانیاں پیش کر رہے ہیں ان کی توثیق اقوام متحدہ میں درجن ڈیڑھ درجن قراردادوں سے بھی ہوتی ہے جو ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک اقوام عالم نے اس معتبر ادارے میں منظور کیں لیکن اقوامِ متحدہ کی قراردادیں اور پچھلے ۶۴ سال کے دوران ۶ لاکھ سے زیادہ جانوں کی قربانیاں بھی کشمیریوں کو آزادی

Scanned with CamScanner
CamScanner

نہ دلا سکیں لہٰذا ہم سوچ رہے ہیں کہ لہولہو کشمیر پر کیا لکھیں؟؟ وہ کشمیر، جہاں ہمارے بھائیوں کا آئے دن خون، پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے؟ جہاں بھارتی اور ڈوگرا فوج کے درندے اہلکار دن دیہاڑے خون کی ہولی کھیلتے ہیں اور ان کی گندی مکروہ پیشانیوں پر پسینے کی ایک بوند تک نہیں آتی۔ وہی جنت نظیر سرزمین کہ جس کے ٹھنڈے میٹھے چشموں پر کفار نے قبضہ کر رکھا ہے اور ہمیں ایک گھونٹ میسر نہیں؟ جہاں سرِ عام ماؤں بہنوں کی عصمت دری ہوتی ہے اور دنیا بھر کی نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیموں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ وہ کشمیر کہ جس پر اقوام متحدہ کی قراردادیں ساری دنیا کا منہ چڑا رہی ہیں مگر ان پر عملدرآمد کی سکت اقوام متحدہ کے پاس ہے اور نہ ہی اقوامِ عالم کے ان "ٹھیکیداروں" کے پاس، جنہوں نے پوری دنیا کو اپنی زر خرید لونڈی سمجھ رکھا ہے۔ جہاں ہونے والے ظلم دنیا کی سب سے بڑی مگر نام نہاد جمہوریت بھارت کے منہ پر بہت بڑا تھپڑ ہے مگر اس تھپڑ سے اسے درد ہوتا ہے نہ شرم آتی ہے۔ وہ کشمیر جو کہ دنیا کے سب سے بڑے جمہوریت پسند "چاچے" انکل سام کا ہر لمحہ منہ چڑا رہا ہے اور ہر دن کا سورج غروب ہونے سے پہلے اسے للکارتا ہے اور کہتا ہے کہ "تم بڑے امن پسند بن کر دہشتگردی کے خلاف جنگ لڑ رہے ہو، آؤ! دیکھو کہ میں پل پل ایک غاصب قوم کی دہشتگردی کی زد میں ہوں اگر ہمت ہے تو آؤ! اور مجھے ان دہشتگرد ہندوؤں سے نجات دلاؤ"۔

قارئین کرام! یہاں کون سنتا ہے؟ کون مانتا ہے؟ کیا ہماری صدا اقوام متحدہ کی اونچی دیواروں سے جا ٹکرائے گی یا امریکی صدر کا دل چیر کر رکھ دے گی؟ کیا ہماری تحریر پڑھ کر بھارتی حکومت پر لرزہ طاری ہو جائے گا یا بھیڑیئے بھارتی فوجی سرینگر، بارہ مولا اور دیگر شہروں، قصبوں اور دیہات میں ظلم و ستم بند کر دیں گے؟ ہماری تحریر سے دنیا بھر کی انسانی حقوق کی تنظیموں کا ضمیر جاگ اٹھے گا یا امریکہ اور اسرائیل، بھارتی فوج کو اسلحہ کی سپلائی بند کر دیں گے؟ نہیں! ہرگز نہیں! ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا ہاں البتہ یہ ضرور ہوگا کہ پاکستان کی موجودہ جمہوری حکومت دیگر ایشوز کی طرح مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے بھی ٹھوس اقدامات اٹھائے گی۔

کون نہیں جانتا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی بنیاد ہی مسئلہ کشمیر پر رکھی گئی تھی۔ کون نہیں جانتا کہ پیپلز پارٹی کے بانی چیئرمین شہید ذوالفقار علی بھٹو نے جس قدر مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے کام کیا کوئی اور نہیں کر سکا۔ ہم خوب جانتے ہیں موجودہ حکومت بھی شہید بھٹو کے نقش قدم پر چلتی ہوئی مسئلہ کشمیر کے لئے سنجیدہ ہے اور اس کے حل کے لئے آگے بڑھنا چاہتی ہے۔ گزشتہ سال آزاد کشمیر میں ہونے والے عام انتخابات میں پیپلز پارٹی کو بھاری اکثریت ملنا اس بات کا بھرپور ثبوت ہے کہ کشمیری عوام کو جس قدر پاکستان پیپلز پارٹی پر اعتماد ہے اس قدر کسی اور جماعت پر نہیں، کشمیری عوام سمجھتے ہیں کہ جس طرح پی پی پی ان کا مقدمہ لڑ سکتی ہے ایسے کوئی اور جماعت نہیں لڑ سکتی۔ کشمیری عوام کو اقوامِ متحدہ میں شہید ذوالفقار علی بھٹو کا گرجنا، برسنا خوب یاد ہے اور وہ محترمہ بینظیر بھٹو کی کوشش بھی نہیں بھولے۔

یوم کشمیر پر صدر آصف علی زرداری نے اپنے پیغام میں کہا ہے کہ حکومت پاکستان اور عوام یوم یکجہتی کشمیر اس لئے مناتے ہیں کہ کشمیری عوام کی جائز جدوجہد اور حقوق کی غیر متزلزل حمایت کا اعادہ کر سکیں۔ انہوں نے مزید کہا ہے کہ موجودہ سالوں میں جموں و کشمیر کے لوگوں کی اپنے حقوق کے لئے پُرامن اور دلیرانہ جدوجہد شدت اختیار کر گئی ہے۔ جموں و کشمیر کے تنازعہ کے پُرامن حل کی تلاش کے لئے پاکستان کشمیریوں کے ساتھ مکمل یکجہتی کا اظہار کرتا رہے گا نیز ان کے منصفانہ مؤقف کی مکمل سیاسی، اخلاقی اور سفارتی حمایت کرتا رہے گا۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے بھی یوم کشمیر کے حوالے سے اپنے پیغام میں حکومت اور عوام کی طرف سے کشمیری بھائیوں کو اپنے حقوق کے حصول کی جدوجہد میں بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے اور کہا ہے کہ حکومت اور عوام کشمیری عوام کی اخلاقی، سیاسی اور سفارتی حمایت ان کی خواہشات کے مطابق ان کے جائز حقوق کے حصول تک جاری رکھے گی۔ یقیناً اب وہ وقت دور نہیں کہ جب موجودہ جمہوری حکومت بھی صدر آصف علی زرداری اور سید یوسف رضا گیلانی کی قیادت میں کشمیر کا مقدمہ لڑے گی اور کشمیری عوام کو ان کا حق دلائے گی۔

اک ذرا صبر کہ اب جبر کے دن تھوڑے ہیں۔

Scanned with CamScanner CamScanner

حکومتی کارکردگی، تصویری جھلکیاں

صدر مملکت آصف علی زرداری گڑھی خدا بخش لاڑکانہ میں
شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کے مزار پر پھولوں کی چادر
چڑھا رہے ہیں (26-12-2011)

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی،
صدر آصف علی زرداری سے
ایوان صدر اسلام آباد میں
ملاقات کر رہے ہیں
(26-12-2011)

صدر آصف علی زرداری
شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کی
چوتھی برسی کے موقع پر
گڑھی خدا بخش میں ایک
بہت بڑے عوامی اجتماع
سے خطاب کر رہے ہیں
(27-12-2011)

Scanned with CamScanner

صدر آصف علی زرداری بلاول ہاؤس کراچی میں سندھ کے سیلاب متاثرین کی بحالی اور سڑکوں کی تعمیر و مرمت کے سلسلہ میں ایک اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں (30-12-2011)

صدر آصف علی زرداری کراچی میں پاکستان کارڈ اور محکمہ انہار کے منصوبوں کے بارے میں ایک اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں (02-01-2012)

صدر مملکت آصف علی زرداری اور وزیر اعظم سیّد یوسف رضا گیلانی ایوان صدر اسلام آباد میں وفاقی وزراء اور
پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کے ایک اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں (05-01-2012)

Scanned with CamScanner

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان ایوان صدر اسلام آباد میں صدر آصف علی زرداری سے ملاقات کررہی ہیں (07-01-2012)

صدر مملکت آصف علی زرداری اور وزیر اعظم سیّد یوسف رضا گیلانی ایوان صدر اسلام آباد میں اتحادی جماعتوں کے سربراہوں کے اجلاس کی مشترکہ طور پر صدارت کررہے ہیں (10-01-2012)

صدر آصف علی زرداری ینگون میں آخری مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کے مقبرے پر فاتحہ خوانی کررہے ہیں (25-01-2012)

Scanned with CamScanner

صدر مملکت آصف علی زرداری ''وسیلۂ حق'' سندھ پروگرام کے افتتاح کے موقع پر کراچی میں خطاب کررہے ہیں (27-01-2012)

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی گورنر ہاؤس لاہور میں پاکستان پیپلز پارٹی کی پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں شہید ذوالفقار علی بھٹو، نصرت بھٹو اور شہید محترمہ بےنظیر بھٹو کیلئے فاتحہ خوانی کررہے ہیں (03-12-2011)

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی دفتر خارجہ اسلام آباد میں سفیروں کی کانفرنس سے خطاب کررہے ہیں (13-12-2011)

Scanned with CamScanner

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی گورنر ہاؤس پشاور میں خیبر پختونخوا کے گورنر، وزیراعلیٰ اور قومی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر سے ملاقات کر رہے ہیں (14-12-2011)

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی گورنر ہاؤس پشاور میں وفاقی کابینہ کے اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں (14-12-2011)

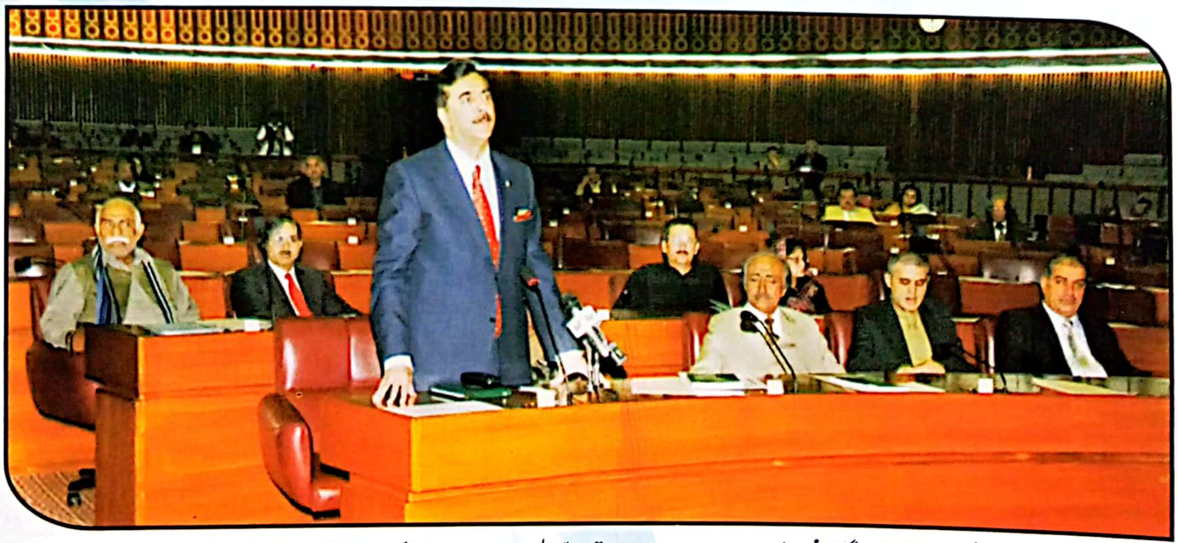

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی پارلیمنٹ ہاؤس اسلام آباد میں قومی اسمبلی اجلاس سے خطاب کر رہے ہیں (15-12-2011)

Scanned with CamScanner

چیف آف آرمی سٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی وزیراعظم ہاؤس اسلام آباد میں وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی سے ملاقات کررہے ہیں (16-12-2011)

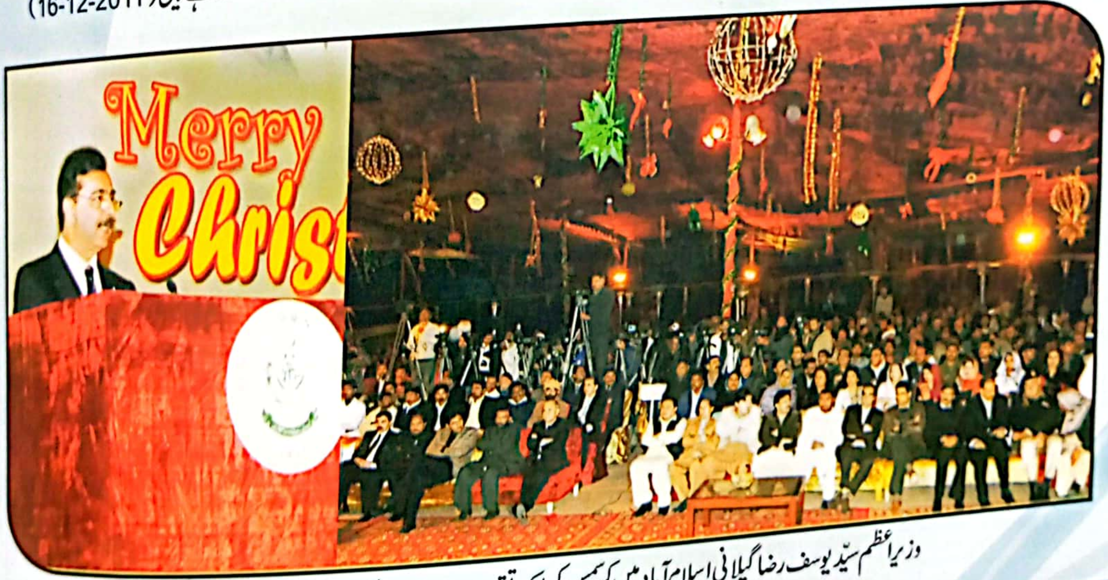

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی اسلام آباد میں کرسمس کی ایک تقریب سے خطاب کررہے ہیں (20-12-2011)

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی گڑھی خدا بخش میں شہید محترمہ بےنظیر بھٹو کی چوتھی برسی کے موقع پر قبر پر پھول نچھاور کررہے ہیں (27-12-2011)

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی ملتان میں پی ٹی وی سنٹر کے افتتاح کے موقع پر تختی کی نقاب کشائی کے بعد دعا مانگ رہے ہیں۔
وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان بھی اس موقع پر موجود ہیں (30-12-2011)

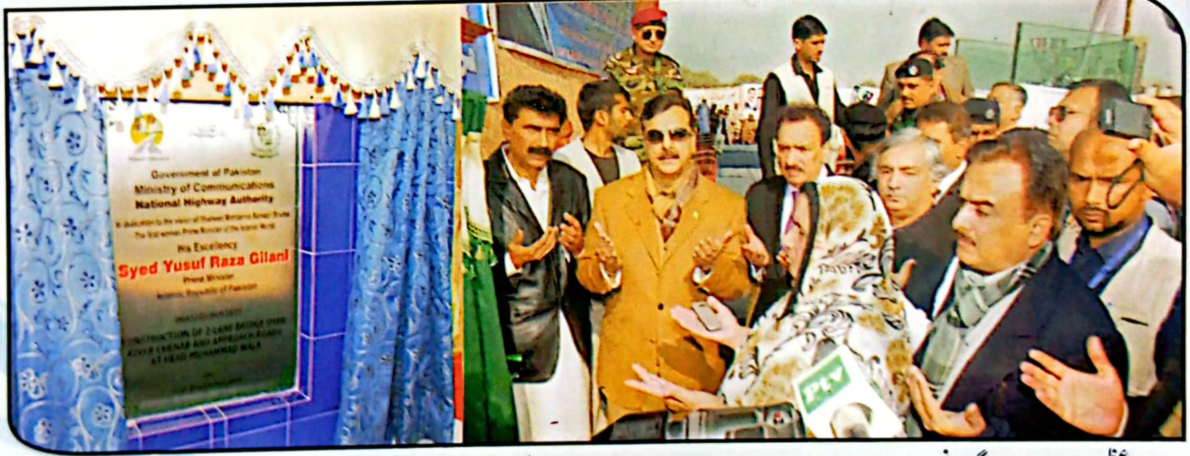

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی ہیڈ محمد والا ملتان میں دریائے چناب پر دورویہ پل اور رابطہ سڑکوں کا افتتاح کرنے کے بعد دعا مانگ رہے ہیں (31-12-2011)

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی قادر پور راں ملتان میں ایک بڑے جلسۂ عام سے خطاب کر رہے ہیں (31-12-2011)

Scanned with CamScanner

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی لاہور بار ایسوسی ایشن کے سالانہ عشائیہ کے موقع پر حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں (07-01-2012)

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی اسلام آباد میں
بٹن دبا کر پی ٹی وی سپورٹس چینل کا
افتتاح کر رہے ہیں (11-01-2012)

وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی وزیراعظم ہاؤس اسلام آباد
میں کابینہ کی دفاعی کمیٹی کے اجلاس کی صدارت کر رہے ہیں۔
اجلاس میں جوائنٹ چیف آف سٹاف کمیٹی، تینوں افواج کے
سربراہان اور وفاقی وزراء اجلاس میں شریک ہیں
(14-01-2012)

وزیراعظم سیّد یوسف رضا گیلانی لاہور کالج خواتین یونیورسٹی کے نویں کانووکیشن کے موقع پر حاضرین سے خطاب کر رہے ہیں (20-01-2012)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان اسلام آباد میں کتاب ”سرائیکی مرثیہ“ کی تقریب رونمائی کے موقع پر خطاب کر رہی ہیں (01-12-2011)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات
ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان
سیالکوٹ میں ”حسین سب کا“ کے
موضوع پر کانفرنس کے شرکاء میں
انعامات تقسیم کر رہی ہیں
(03-12-2011)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان اسلام آباد میں ایک پریس بریفنگ میں خطاب کررہی ہیں (08-12-2011)

ایران کے صحافیوں کا ایک وفد وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان سے اسلام آباد میں ملاقات کررہا ہے (15-12-2011)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان وزیر اعظم ہاؤس اسلام آباد میں وزیر اعظم سیّد یوسف رضا گیلانی سے ملاقات کررہی ہیں (26-12-2011)

Scanned with CamScanner

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان پیمرا ہیڈکوارٹر اسلام آباد میں پیمرا کمپلینٹس کال سنٹر کا افتتاح کر رہی ہیں (29-12-2011)

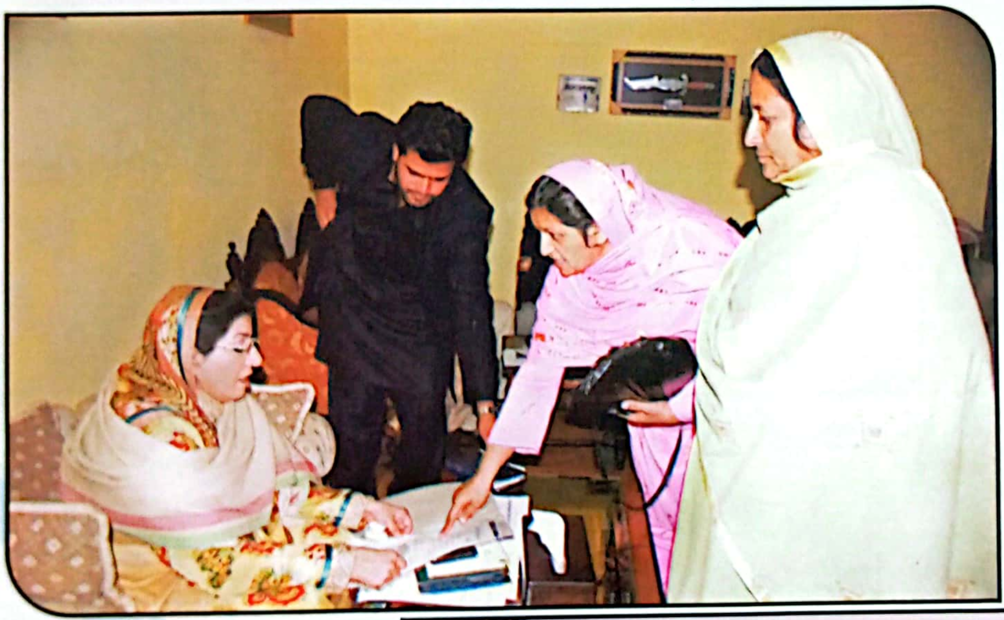

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات
ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان سیالکوٹ
میں پاکستان پیپلز پارٹی کی خواتین
کارکنوں کے مسائل سن رہی ہیں
(09-01-2012)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات
ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان لاہور میں پہلے
شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کرکٹ ٹورنامنٹ کے
موقع پر خواتین کرکٹرز سے ملاقات کر رہی ہیں
(22-01-2012)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان رنگ پور سیالکوٹ میں سوئی گیس فراہمی کے منصوبے کے افتتاح کے بعد عوامی اجتماع سے خطاب کررہی ہیں (22-01-2012)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان انفارمیشن سروس اکیڈمی اسلام آباد میں غیر ممالک میں متعین پریس آفیسرز کی کانفرنس سے خطاب کررہی ہیں (27-01-2012)

وفاقی وزیر اطلاعات ونشریات ڈاکٹر فردوس عاشق اعوان بستی کوٹ باوا سیالکوٹ میں سوئی گیس فراہمی کے منصوبے کے افتتاح کے بعد ایک عوامی اجتماع سے خطاب کررہی ہیں (29-01-2012)

Scanned with CamScanner

یومِ کشمیر کے حوالے سے خصوصی تحریر

اسرار اختر

مسئلہ کشمیر، اعتدال پسندی کے بغیر حل ممکن نہیں!

بھارتی تسلّط سے آزادی کے لیے نوے ہزار سے زائد کشمیری جان قربان کر چکے ہیں

دنیا بھر میں کشمیر کو ایک جنت نظیر اور خوب صورت ترین خطۂ ارض تسلیم کیے جانے کے باوجود ایک ایسی وادی قرار دیا جاتا رہا ہے جو سیاسی آتش فشاں کے عین دہانے پر واقع ہے۔ اس مسئلے نے تقسیم ہند کے وقت ہونے والی ناانصافی کی کوکھ سے جنم لیا۔ ہندوستان کی تقسیم دو قومی نظریے کے تحت عمل میں آئی تھی۔ چنانچہ قانونی اور اخلاقی طور پر ریاست جموں و کشمیر کو پاکستان سے الحاق کرنا تھا مگر ایک بین الاقوامی سازش کے تحت ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ دریاؤں، جھرنوں اور آبشاروں کی یہ زمین پاکستان سے الحاق نہ کر سکے۔ آج قیامِ پاکستان کے پینسٹھ سال بعد ہماری دوسری اور تیسری نسلیں اس پیچیدہ مسئلے سے دوچار ہیں اور اسے سُست رفتاری سے کسی ممکنہ حل کی طرف بڑھتے دیکھ رہی ہیں۔

مقبوضہ کشمیر نصف صدی سے بھارت کے زیر تسلط ہے اس تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لئے کشمیری مسلسل اپنی جانوں کا نذرانہ دے رہے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج اور دیگر ایجنسیاں آزادی کے لئے سرگرم کشمیریوں کو کچلنے میں مصروف ہیں۔ اس وقت ہزاروں بے گناہ کشمیری پابند سلاسل ہیں۔ بھارتی فوج کی جانب سے شناختی پریڈ کے بہانے کشمیریوں کی تضحیک اور انہیں گولیوں سے بھون ڈالنے کا سلسلہ جاری ہے۔ ساتھ ہی خواتین کی بے حرمتی کے واقعات بھی تسلسل کے ساتھ جاری ہیں۔ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی دہشت گردی اور سفاکی چنگیز خان اور ہلاکو خان کو شرما رہی ہے۔ بھارتی فوجیوں کی درندگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ معصوم بچوں کو ماؤں سے چھین کر انہیں مختلف آلوں سے کاٹ کر کھیتوں اور نہروں میں پھینک دیا جاتا ہے۔ بزرگوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے

Scanned with CamScanner

کر مار دیا جاتا ہے۔ غریب عوام کے گھروں کو آگ کے شعلوں کی نذر کیا جاتا ہے حتیٰ کہ گاؤں کے گاؤں جلا دیئے گئے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کی مساجد، درگاہیں اور امام بارگاہیں بھی بھارتی فوجیوں کی درندگی سے محفوظ نہیں۔ ظلم و بربریت پر مبنی یہ سارے واقعات تصاویر اور خبروں کی صورت میں اقوام عالم کے سامنے آچکے ہیں۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ بھارت کی جانب سے انسانی حقوق کی بدترین خلاف ورزیوں سے پوری دنیا بخوبی آگاہ ہے مگر بھارت کو ان مظالم سے روکنے کے لیے عالمی سطح پر کچھ نہیں کیا جا رہا۔

اقوام متحدہ کے ایجنڈے میں مسئلہ کشمیر برس ہا برس سے شامل ہے مگر اس دیرینہ مسئلے کے حل کے لئے یہ عالمی ادارہ کچھ نہیں کر رہا۔ اس تاخیر کے باعث عالم اسلام میں اقوام متحدہ اپنا اعتماد کھوتی جا رہی ہے۔ دوسری طرف امریکا اور برطانیہ، جو عالمی سیاست میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، مسئلہ کشمیر سے مسلسل بے اعتنائی برت رہے ہیں۔ یہ صورت حال اس لئے مزید افسوس ناک ہے کہ مسئلہ کشمیر برطانیہ کا پیدا کردہ ہے۔ دوسری طرف امریکہ جو دنیا کے ہر معاملے میں ٹانگ اڑانا ضروری سمجھتا ہے کشمیر کے معاملے میں خاموشی اختیار کیئے ہوئے ہے۔ حالانکہ اگر امریکہ اور برطانیہ بھارت پر دباؤ ڈالیں تو مسئلہ کشمیر کے حل کی منزل بہت قریب آسکتی ہے۔ اقوام عالم کی چشم پوشی اپنی جگہ، کشمیر کا مسئلہ کل کی طرح آج بھی دنیا کی سیاست میں ایک اہم نزاع کی صورت میں موجود ہے۔ کشمیری آزادی کے لیے جانی و مالی نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ دوسری طرف درندہ صفت بھارتی فوجی مقبوضہ کشمیر میں اپنی درندگی کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ عالمی بے اعتنائی کی فضاء میں اور ہر طرح کے ہتھیاروں سے لیس بھارتی فوج کے مقابل مقبوضہ کشمیر کے عوام کی تاریخی جدوجہدِ آزادی بے مثال ہے۔ بھارت کے مظالم اس جدوجہد کی شمع کو نہ بجھا سکے اور یہ پوری آب و تاب سے روشن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیری مسلمانوں کی جدوجہد آزادی کو ختم کرنا بھارت کے بس کی بات نہیں۔ بھارت کی بھرپور کوشش رہی ہے کہ مسئلہ کشمیر کو سرد خانے میں ڈال دیا جائے مگر کشمیریوں نے اپنے لہو کی گرمی سے اس مسئلہ کو زندہ رکھا ہے۔

۵ جنوری ۲۰۰۸ء کو دنیا بھر میں کشمیریوں نے یوم حق خودارادیت بڑے جوش و جذبے سے منایا۔ اس سلسلے میں جلسے ہوئے اور جلوس اور ریلیاں نکالی گئیں۔ برطانیہ، امریکہ اور دیگر کئی ممالک میں مظاہرے کئے گئے۔ اس دن مقبوضہ کشمیر میں فورسز کے ساتھ مظاہرین کی جھڑپیں ہوئیں جن کے نتیجے میں ۴ کشمیری شہید اور ۵ بھارتی فوجی ہلاک ہوئے۔ اس موقع پر مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے مختلف کشمیری رہنماؤں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قرار دادوں کی روشنی میں جلد از جلد حل کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس مسئلے کا حل منصفانہ اور مستقل ہونا چاہیئے اور کشمیریوں کو بنیادی فریق کے طور پر شامل کر کے یہ مسئلہ کشمیریوں کی مرضی اور رائے کے مطابق حل کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ کشمیری کسی ایسے فیصلے کو تسلیم نہیں کریں گے جو کشمیری عوام کی مرضی کے خلاف ہوگا۔ مقبوضہ کشمیر میں کشمیریوں کی جدوجہد اور قربانیاں اور دوسری طرف پاکستان سمیت دنیا بھر میں مقیم کشمیریوں کی جانب سے اپنے وطن کی آزادی کے لئے کوششیں یہ باور کراتی ہیں کہ بھارت ظلم اور فریب کاری کے بل بوتے پر مسئلہ کشمیر ختم نہیں کرسکتا۔ نہ ہی کسی حل تک پہنچے بغیر یہ مسئلہ فراموش کیا جا سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے پاکستان اور بھارت کے درمیان تین جنگیں ہوئیں تاہم مسئلہ کشمیر جوں کا توں رہا اور یہ آج بھی حل ہونے کا منتظر ہے۔ کشمیری نوجوانوں نے تا حال بھارت کا یہ غاصبانہ قبضہ قبول نہیں کیا ہے اور آج بھی کسی نہ کسی سطح پر کشمیر کے بھارتی تسلط سے آزادی کے لئے مزاحمت جاری ہے۔ بدقسمتی سے خود کشمیری رہنماؤں مختلف گروپوں اور سیاسی جماعتوں کے درمیان اختلافات نے آزادی کی منزل کو مزید دور کر دیا ہے۔ مختلف گروپ اس مسئلے کو باہمی اتحاد و اتفاق کے بغیر اپنی اپنی صوابدید کے مطابق حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کی آزادی کے لیے برسرِ پیکار مجاہدین کے گروپوں نے جب کئی عشرے قبل ''کل جماعتی حریت کانفرنس'' میں ادغام کا اعلان کیا تو توقع تھی کہ اب متفقہ مؤقف کے تحت آزادی کشمیر کے لیے جدوجہد کی جائے گی۔ مگر یہ امید بر نہ آسکی۔ دیگر اختلافات تو اپنی جگہ، کشمیر کی قیادت حصول آزادی کے طریقہ کار پر بھی اختلافات کا شکار ہے۔ حریت کانفرنس آج دو گروپوں میں بٹ چکی ہے۔ ایک گروپ کے سرکردہ رہنما میر واعظ عمر فاروق کا مؤقف ہے کہ مسئلہ کشمیر صرف اور صرف مذاکرات ہی کے ذریعہ حل ہوسکتا ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے گروپ کے ایک اہم قائد سید علی گیلانی کہتے ہیں ''بھارت سے ۱۴۱ بار مذاکرات ہو چکے ہیں جن سے کچھ حاصل نہیں ہوا ہے''۔ مسئلہ کشمیر کے حل نہ ہونے کے پس پردہ بہت سے عوامل ہیں بالخصوص مغرب اور امریکا کے اپنے مفادات بھی اس مسئلے کو حل کرنے میں رکاوٹ ہیں۔ دوسری طرف کشمیری رہنماؤں کی جانب سے مسئلہ کشمیر حل کرنے کے لیے مختلف اور متنازع حل پیش کیے جاتے رہے ہیں۔ آزاد کشمیر کے سابق وزیراعظم سردار سکندر حیات نے اپنے اقتدار کے دوران کشمیر کو تقسیم کرنے کی بھی بات کی تھی۔ ان کی تجویز کے مطابق ریاست جموں و کشمیر کے ''مسلم اکثریتی علاقے پاکستان میں جب کہ ہندو آبادی والے علاقے بھارت میں شامل کیے جاسکتے ہیں''۔ مقبوضہ کشمیر کے کئی رہنما بشمول شبیر شاہ اور یاسین ملک اس تجویز کو سختی سے مسترد کر چکے ہیں۔ ایک اور کشمیری رہنما امان اللہ خان نے ''متحدہ کشمیر'' کے قیام کی تجویز پیش کی۔ اس تجویز کے مطابق ایک ایسی ریاست قائم کی جائے جو کہ آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر پر مشتمل ہو اور دونوں ممالک یعنی پاکستان اور بھارت کا اس سے کوئی تعلق نہ ہو تاہم یہ تجویز بھی آگے نہیں بڑھ سکی۔ یہ امر حیرانی کا باعث ہے کہ ۱۹۹۰ء سے ہم ہر سال ۵ فروری کو یوم یکجہتی کشمیر مناتے ہیں اور کشمیری بھائیوں سے اظہارِ یکجہتی کے لیے بڑی بڑی تقریبات منعقد کرتے ہیں، ریلیاں نکالتے اور مظاہرے کرتے ہیں لیکن یہ مسئلہ تا حال اسی جگہ ہے جہاں ۶۰ سال قبل تھا۔ اس تنازع کے حل کے لیے پاکستان نے خاصی لچک کا مظاہرہ کیا ہے مگر بھارت اپنے مؤقف سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نظر نہیں آتا اس لئے کہ بھارتی حکومت و انتظامیہ میں ایسے عناصر طاقت ور رہے ہیں جو کشمیر کے معاملے پر کسی بھی قسم کی لچک دکھانے کو تیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف بھارتی حکومتیں الگ الگ جماعتوں پر مبنی ہونے کے باوجود کشمیری مسلمانوں کو فوج کے ذریعے کنٹرول کرنے کے ایجنڈے پر متفق رہی ہیں۔ بھارتی حکمرانوں کی اس روش کے نتیجے میں مقبوضہ کشمیر کے عوام برسوں سے مسلسل مصائب اور مظالم کا شکار ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۶ء تک بھارتی فوج کے ہاتھوں ۹۰،۸۰۰ کشمیری شہید ہو چکے ہیں جو کشمیری

Scanned with CamScanner CamScanner

حراست کے دوران شہید ہوئے ان کی تعداد ۷۸۵۰ ہے۔ اس کے علاوہ ۱۵۰۰۰،۱ کشمیری شہری ہندوستان کی مختلف جیلوں میں قید ہیں۔ ان کشمیریوں کی بے مثال قربانیاں ہی مسئلہ کشمیر کو زندہ رکھے ہوئے ہیں جو کہ آگے چل کر فیصلہ کن موڑ میں داخل ہونے جا رہا ہے۔

۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکا میں پیش آنے والے سانحے کے بعد بین الاقوامی سیاست تبدیل ہو چکی ہے۔ امریکا اور دیگر مغربی ممالک اب ''حریت پسندی'' اور ''مجاہدین'' جیسے الفاظ سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ نہ صرف امریکا بلکہ اس کے حامی ممالک بھی مجاہدین آزادی کو دہشت گرد قرار دے رہے ہیں۔ یہ صورتحال مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ بلا شبہ اعتماد کی بحالی اور دوطرفہ تعلقات میں بہتری کے لیے دونوں ممالک کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں جو کہ واقعی اس دیرینہ مسئلہ کا حل ہے تاہم دونوں ممالک کی قیادتوں کی جانب سے اعتدال پسندی پر عمل پیرا ہوئے بغیر تنازعہ کشمیر کے حل کی کوششیں کامیاب نہیں ہو سکیں۔ مختلف بھارتی حلقوں کی جانب سے کئی مرتبہ'' لائن آف کنٹرول'' کو'' لائن آف پیس'' میں تبدیل کرنے، دونوں ملکوں کے درمیان ''شاہراہ دوستی'' کی تعمیر اور ایک دوسرے کو باہمی طور پر ''پسندیدہ ملک'' قرار دینے کا عزم ظاہر کیا جا چکا ہے لیکن یہ بنا بنایا ماحول اس وقت خراب ہو جاتا ہے جب کوئی بھارتی رہنما کشمیر کو اپنا ''اٹوٹ انگ'' قرار دینے لگتا ہے۔ اعتدال پسند اور روشن خیال سمجھے جانے والے بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ بھی ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو کشمیر کو بھارت کا اٹوٹ انگ قرار دینے کی غلطی کر چکے ہیں۔

موجودہ حکومت نے کشمیر کے ایشو کو اقوام عالم میں زندہ رکھا ہے اور مسلسل اس کے حل کے لئے بھارتی حکومت سے مذاکرات کے ذریعہ مستقل کوششیں کر رہی ہے۔ صدر، وزیراعظم اور پاکستان پیپلز پارٹی کے دیگر لیڈر اس خطے میں پائیدار امن کے لئے اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں مسئلہ کے حل پر زور دیتے رہے ہیں۔ امید کی جانی چاہئے کہ حکومت مسئلہ کشمیر کو ترجیحات میں شامل رکھے گی اور اس کے حل کے لئے اپنی مساعی تیز تر کر کے کشمیری عوام کو اس کا دیرینہ حق دلانے کی خاطر سرگرم رہے گی۔

سرحد کے دونوں اطراف رہنے والے کشمیری پر اُمید ہیں کہ وہ صبح جلد طلوع ہو گی جب وہ بھی ایک آزاد ملک کے شہری ہونے کی حیثیت سے آزاد فضاء میں سانس لے سکیں گے۔ تمام تر مسائل اور حوصلہ شکن حالات کے باوجود توقع ہے کہ وہ وقت اب زیادہ دور نہیں رہا جب وادیٔ کشمیر کے باسی کسی خوف و دہشت کے بغیر اپنی زندگی گزار سکیں گے۔

Scanned with CamScanner

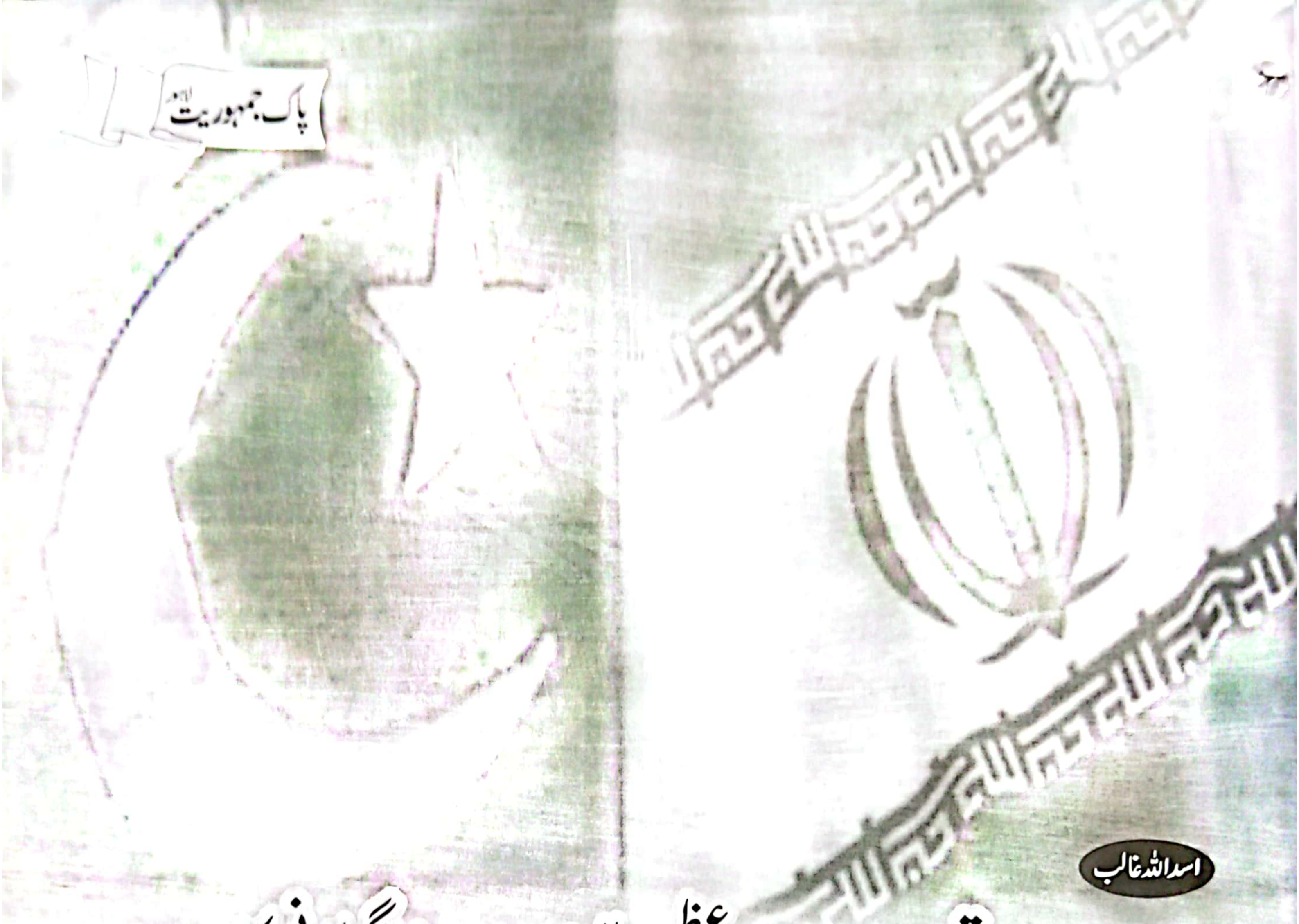

اسد اللہ غالب

ایران سے قربت اور وزیر اعظم سیّد یوسف رضا گیلانی کا دورہ

پاک ایران دوستی کے بارے میں دو آراء نہیں پائی جاتیں۔ دونوں ملکوں کے درمیان کبھی سرد مہری کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔ شاہ ایران کا زمانہ ہو یا انقلاب اسلامی کے بعد کا دور ہو، وقت نے ثابت کیا ہے کہ پاکستان اور ایران کے مابین عوام اور عوام کے مابین مستقل تعلقات قائم رہتے ہیں۔ کسی حکومت کے آنے جانے سے یہ تعلقات متاثر نہیں ہوتے۔ اس کی ایک وجہ مشترکہ سرحد، مشترکہ تاریخ اور مشترکہ ثقافت ہے اور سب سے بڑھ کر ایک مذہب دونوں ممالک کو ایک ڈور میں باندھے رکھتا ہے۔ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں ایران نے پاک فضائیہ کو اپنے اڈے فراہم کئے تھے۔ صدر آصف علی زرداری نے اقتدار میں آنے کے بعد سب سے پہلا دورہ ایران کا ہی کیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی موجودہ حکومت ایران کو کس قدر اہمیت دیتی ہے۔ پچھلے برسوں میں ایران، امریکی اور عالمی دباؤ کا شکار رہا ہے لیکن پاکستان ہمیشہ ایران کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔

وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کے حالیہ دورہ ایران نے باہمی تعلقات کو مستحکم اور مضبوط کرنے میں مدد دی ہے۔ وہ ایران کے اوّل نائب صدر محمد رضا رحیمی کی دعوت پر تہران گئے تھے۔ تاہم ان کی ملاقاتوں کا دائرہ بہت وسیع رہا۔ انہوں نے ایرانی صدر سے مذاکرات کئے۔ ایرانی پارلیمنٹ کے اسپیکر علی لاریجانی سے بھی ان کی ملاقات خوشگوار ماحول میں ہوئی۔ وزیر اعظم نے اپنے آباؤ اجداد کے ایرانی صوبے گیلان کا

Scanned with CamScanner

بھی دورہ کیا جو بحیرہ کیسپیئن کے ساحل پر واقع ہے اور اس کا دارالحکومت رشت، سیاحوں کے لئے دل کشی کا باعث بنا رہتا ہے۔ ایرانی حکومت نے ملتان اور رشت کو جڑواں شہر بھی قرار دیا ہے۔ اس سے دونوں شہروں کے درمیان عوامی تعلقات کے فروغ میں مدد ملے گی اور دونوں شہر ایک دوسرے کے وسیع تجربات سے مستفید ہوسکیں گے۔

ستمبر ۲۰۱۱ء کے پہلے ہفتے میں اسلام آباد میں پاک ایران مشترکہ کمیشن کا ۱۸واں اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں باہمی تعاون کے کئی معاہدے ہوئے اور متعدد مفاہمتی یادداشتوں پر دستخط کئے گئے۔ وزیراعظم گیلانی کے دورے میں کمیشن کے ان معاہدوں کو آگے بڑھانے اور انہیں حتمی شکل دینے میں مدد ملی ہے۔ بالخصوص پاک ایران گیس پائپ لائن کے منصوبے پر بات ہوئی جس کی کل لاگت ۷ ارب ڈالر ہے۔ ایران کے جنوبی علاقے سے گیس حاصل کر کے سندھ اور پنجاب کو سپلائی کی جائے گی۔ پاکستانی علاقے میں ڈیڑھ ارب کی لاگت سے پائپ لائن بچھانے کے لئے سرمایہ کاری کی تلاش جاری ہے۔ خیال ہے کہ ۲۰۱۴ء تک یہ منصوبہ روبہ عمل آجائے گا اور ابتدائی عرصے میں روزانہ پاکستان کو ۷۵۰ ملین مکعب فٹ گیس ملنا شروع ہو جائے گی جو اگلے ایک برس میں بڑھ کر ایک ارب مکعب فٹ روزانہ تک پہنچ جائے گی۔ ایران سے ۱۱۰۰ میگا واٹ بجلی کے حصول کے لئے بھی مذاکرات جاری ہیں۔ اس بجلی سے ملک کے اندر لوڈ شیڈنگ کے بحران میں کمی واقع ہوگی۔

پاکستان اور ایران کے درمیان تجارتی حجم میں اضافے کے لئے بھی مذاکرات کئے گئے ہیں۔ اس وقت تجارتی توازن پاکستان کے حق میں نہیں ہے۔ وزیراعظم گیلانی نے اپنے میزبانوں کو قائل کیا ہے کہ وہ ضرورت کی اشیاء پاکستان سے خریدیں چنانچہ یہ طے پایا ہے کہ گندم، سبزی اور پھل وغیرہ ترجیحی طور پر پاکستان سے درآمد کئے جائیں گے۔ اس وقت دونوں ممالک کے درمیان صرف ایک ارب ڈالر کی تجارت ہو رہی ہے۔ اس میں پاکستان کا حصہ صرف ۲۰۰ ملین ڈالر ہے۔ باہمی مذاکرات کی روشنی میں ایک تو تجارتی عدم توازن کو دور کیا جائے گا، دوسرا اسے بڑھا کر ۱۲ ارب ڈالر تک لے جایا جائے گا۔

دہشت گردی کا مسئلہ دونوں ملکوں کے درمیان مشترکہ ہے۔ اس کے لئے قریبی تعاون پر زور دیا گیا ہے۔ ایرانی وزیر داخلہ پاکستان آ کر اپنے ہم منصب سے مذاکرات کریں گے۔ اس سے قبل پاکستانی وزیر داخلہ رحمان ملک کئی مرتبہ ایران جا چکے ہیں اور اعلیٰ سطحی رابطوں میں اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ پاکستان اور ایران کے مابین سیکیورٹی پر پائے جانے والے شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لئے بھی حکمت عملی وضع کی گئی ہے۔

افغانستان میں عدم استحکام کی وجہ سے ایران اور پاکستان دونوں کو مسائل کا سامنا ہے۔ ان کے حل کے لئے سہ فریقی مذاکرات جاری رہتے ہیں جن میں ایران، پاکستان اور افغانستان کے نمائندے شریک ہوتے رہتے ہیں۔ وزیراعظم گیلانی نے ایرانی صدر احمدی نژاد کو علاقے میں قیام امن کے لئے پاکستان کی کوششوں کی تفصیلات بتائی ہیں۔ افغانستان پر سابق سوویت یونین کی افواج کی یلغار کے بعد سے یہ خطہ عدم استحکام کا شکار ہے۔ افغانستان کے لاکھوں مہاجرین پاکستان اور ایران میں آباد ہوئے۔ افغانستان کی خانہ جنگی کے زمانے میں بھی ایران اور پاکستان کے عوام متاثر ہوتے رہے ہیں اور جب سے امریکی اور نیٹو افواج نے افغانستان پر یلغار کی ہے، علاقے میں امن درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے اور سب سے زیادہ نقصان پاکستان کو پہنچا ہے لیکن یہی پاکستان دنیا کے شکوک و شبہات

Scanned with CamScanner

بھی سامنا کر رہا ہے۔ وزیراعظم گیلانی نے ایرانی حکومت پر پاکستان کے بارے میں دوہرے اور معاندانہ عالمی معیار پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ایرانی حکومت نے جواب میں پاکستان سے مکمل ہمدردی اور یکجہتی کا اظہار کیا ہے۔

وزیراعظم گیلانی کے دورے میں باہمی تعاون کی کئی ایک تجاویز پر غور و خوض کیا گیا ہے۔ پاکستان نے درخواست کی ہے کہ اسے بندر عباس میں قونصل خانہ قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ کوئٹہ تفتان ریلوے ٹریک کو بہتر بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ دونوں ملکوں کی سرحد پر مشترکہ منڈیاں قائم کرنے کی تجویز بھی زیر بحث آئی ہے۔ ایران نے پاکستان میں اپنے بینکوں کی شاخیں کھولنے کی اجازت طلب کی ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان فائبر لنک بچھانے کا بھی امکان ظاہر کیا گیا ہے تاکہ معلومات کے تبادلے میں تیزی اور آسانی آسکے۔ دوطرفہ مذاکرات میں سیکیورٹی، بینکاری، صنعت، تجارت، زراعت، تیل، گیس، ٹرانسپورٹ، سائنس، ثقافت اور میڈیا کے شعبوں میں قریبی تعاون پر اتفاق رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

دونوں ملکوں کے درمیان فائبر لنک بچھانے کا بھی امکان ظاہر کیا گیا ہے تاکہ معلومات کے تبادلے میں تیزی اور آسانی آسکے۔ دوطرفہ مذاکرات میں سیکیورٹی، بینکاری، صنعت، تجارت، زراعت، تیل، گیس، ٹرانسپورٹ، سائنس، ثقافت اور میڈیا کے شعبوں میں قریبی تعاون پر اتفاق رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

اس دورے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وزیراعظم گیلانی کی ازحد پذیرائی کی گئی ہے۔ ایرانی صدر نے کہا ہے کہ آپ کی طاقت ہماری طاقت، آپ کی سلامتی ہماری سلامتی ہے اور اگر ہم متحد رہے تو کوئی ہمارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ ایران کے اوّل نائب صدر نے کہا ہے کہ آپ سیّد بھی ہیں، یوسف بھی، رضا بھی، گیلانی بھی ہیں، اس طرح تو ایران آپ کے گھر کی مانند ہے۔ وزیراعظم گیلانی نے ایرانی صدر کو پاکستان کے دورے کی دعوت دی جسے انہوں نے منظور کر لیا اور اوّلین فرصت میں پاکستان آنے کا وعدہ کیا۔

یہاں پرانی باتوں کے اعادے کی ضرورت تو نہیں لیکن پاکستان کی نئی نسل پر یہ واضح رہنا چاہیے کہ ایک زمانہ تھا جب فارسی علم و ادب کا مطالعہ ہمارے کلچر کا حصہ تھا۔ غالب اور اقبال صرف برصغیر کے نہیں، ایران کے بھی قومی شاعر ہیں۔ اسی طرح سعدی و رومی کو برصغیر کے گھر گھر میں پڑھا جاتا تھا۔ انگریزی استعمار نے ایک سازش کے تحت مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کی اور ہمیں ایک دوسرے سے دُور رکھنے میں کامیابی حاصل کی۔ یہ درست ہے کہ آج سائنس اور ٹیکنالوجی کا حصول انگریزی کے ذریعے ہی ممکن ہے لیکن تاریخی، ثقافتی اور ہمسائیگی کے تعلقات کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے جن کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیں کوشاں رہنا چاہیئے۔ ہم سیروتفریح کے لئے لندن، پیرس، برسلز، نیویارک، سان فرانسسکو، ہانگ کانگ، سنگاپور تو جاتے ہیں، کیا ہی اچھا ہو کہ درمیان میں وقت نکال کر تہران، قم، اصفہان، شیراز اور ایران کے دوسرے تاریخی شہروں کا بھی رُخ کریں جو قدرتی حسن سے بھی مالا مال ہیں اور ان کی ثقافتی میراث بھی قابلِ رشک ہے۔ ان دوروں سے ہماری رُوح کو بالیدگی میسّر آئے گی اور ہمیں اپنی مشترکہ تاریخ اور تہذیب پر فخر کا احساس ہوگا۔

Scanned with CamScanner

حزبِ اقتدار کے ارکان کو یکساں (بعض صورتوں میں اپوزیشن ارکان کو نسبتاً زائد) بنیادوں پر ان کے حلقوں میں ترقیاتی کاموں کے لئے فنڈ جاری کئے گئے۔ ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ اوّلین کابینہ تھی جس کا ۲۰۱۰ء اور پھر ۲۰۱۱ء میں تاریخ کے بدترین سیلاب سے واسطہ پڑا جو ملک میں زراعت کے بہت بڑے رقبے کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے گیا لیکن کابینہ کی ثابت قدمی اور عزمِ مصمّم نے اپنے ضرورت مند اور مشکلات کا شکار ہم وطنوں کے لئے فنڈ جاری کر کے جمہوریت پر ان کے یقین کو اور بھی مضبوط کیا۔

موجودہ حکومت کا ذکر ہو تو مفاہمت کا تذکرہ لازمی ہوگا۔ پاکستان مسلم لیگ (ق) تک تمام سیاسی جماعتوں کے ساتھ کام کرنے والی شاید یہ کابینہ ہماری جمہوری تاریخ کی پہلی کابینہ ہوگی جس میں کسی نہ کسی وقت میں ہر نمائندہ جماعت کی شمولیت رہی۔ باہم مل کر انہوں نے بہت سے فیصلے کئے۔ ان فیصلوں میں ضروری نہیں سب اس پر متفق تھے، لیکن ایک بات پر وہ ہمیشہ ایک تھے، ایک ہی مؤقف پر یکجا تھے وہ ایجنڈا جمہوریت کا تحفظ تھا اس مقصد کے لئے تمام ارکان باہم مل گئے۔ اس کابینہ کی طاقت کا اندازہ ایک اور شے میں نظر آیا کہ سیاسی بقائے باہمی کا عنصر یوں عیاں ہوا کہ کسی نے سیاسی انتقام اور عداوت کو سر اٹھانے نہیں دیا۔ تلخی کبھی کبھار ضرور نظر آئی لیکن جیسا کہ جمہوریت کی اپنی خوبصورتی ہے وہ نہ صرف عوام کی آواز ہوتی ہے بلکہ تمام اداروں کی محبوبہ بھی۔

اگر بابائے قوم قائداعظمؒ نے مشاورت، غور و فکر اور کارکردگی کے اصولوں پر مبنی ایک جمہوری حکومت کا خواب دیکھا تھا تو ہماری دائمی پڑتال میں رہی جمہوری تاریخ میں موجود کابینہ کے علاوہ شائد اس کی نظیر نہ ملے۔ ان تمام کامیابیوں کے بعد امید کی جانی چاہیے کہ اس کابینہ کا سفر یوں ہی جاری رہے گا اور اپنی مدت کے اختتام تک مزید کامرانیاں اس کے حصے میں آئیں گی۔

وفاقی کابینہ/کمیٹیوں کی ۴۵ ماہ پر مشتمل کارکردگی

۱۔ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کی زیر قیادت موجودہ منتخب حکومت نے اپنی آئینی مدت کے ۴۵ ماہ مکمل کر لئے ہیں جو اس ملک کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہے۔ اسی طرح خود وزیراعظم کو بھی وفاقی کابینہ کے ۱۰۰ اجلاس منعقد کرنے کا منفرد اعزاز حاصل ہوا ہے۔

۲۔ موجودہ دورِ حکومت کے دوران کابینہ اجلاسوں میں ۱۱۰۰ سے زائد فیصلے کئے گئے اور نگرانی کے ایک مستقل نظام اور وزارتوں کے اپنے احتسابی سسٹم کے ذریعے ان پر عمل درآمد کیا گیا۔ نتیجتاً کابینہ کے ۸۰ فیصد سے زائد فیصلوں پر من و عن عمل درآمد ہوا ہے۔ اسی طرح کابینہ کی جانب سے معیشت اور قومی سلامتی سے متعلق نگرانی کے اختیارات کی حامل کابینہ کی اقتصادی رابطہ کمیٹی (ای سی سی)، ڈیفنس کمیٹی (ڈی سی سی) بھی ملک کو درپیش مسائل کے تناظر میں اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں نہایت فعال رہیں۔ ای سی سی نے ۶۵۰ سے زائد فیصلے کئے جن میں سے ۸۰ فیصد پر مکمل عمل درآمد ہو چکا ہے۔

۳۔ موجودہ حکومت ۱۹۷۳ء کے آئین کے مطابق صوبائی خودمختاری سے متعلق طویل مدتی مسائل کے بارے میں مکمل آگاہ رہی ہے اور اس ضمن میں بڑے اور اہم فیصلے کئے جن میں اٹھارویں اور انیسویں آئینی ترمیم، کنکرنٹ لسٹ کا خاتمہ، ساتویں این ایف سی ایوارڈ کی متفقہ منظوری جس میں قومی مالیاتی وسائل میں صوبوں کے حصے میں اضافہ کیا گیا، گلگت بلتستان کے عوام کو بااختیار بنانا، بلوچستان کے عوام کے احساس محرومی کے خاتمے کے لئے آغازِ حقوقِ بلوچستان کے تحت اقدامات اور فاٹا کے عوام کے لئے جمہوری حقوق کی فراہمی شامل ہیں۔

۴۔ موجودہ حکومت کی ہمیشہ پالیسی رہی ہے کہ وہ پاکستان کے آئین کے مطابق جمہوری انداز میں اپنا کام کرتی رہے۔ حکومت کی اس پالیسی پر کاربند رہنے کا نتیجہ ہی ہے کہ کابینہ اور اس کی کمیٹیوں کی جانب سے کئے گئے تمام فیصلے تمام متعلقہ سٹیک ہولڈرز کی کاوشوں کی علامت بن گئے۔ فیصلہ سازی کا عمل آئینِ پاکستان میں وضع کردہ ضوابط اور رولز آف بزنس میں درج ادارہ جاتی تعاون پر مبنی ہے۔

Scanned with CamScanner

کابینہ کے اجلاس

سال	کل اجلاس	زیر غور کیس	اوسط کیس فی اجلاس	کل فیصلے	پالیسی فیصلے	عمل درآمد	زیر عمل
2008	21	138	06.57	224	69	218	06
2009	26	266	10.23	217	95	206	11
2010	26	221	08.05	314	66	269	45
2011	26	266	10.23	346	56	193	153
Total	**99**	**891**	**09.00**	**1101**	**286**	**886**	**215**

اقتصادی رابطہ کمیٹی کے اجلاس

سال	کل اجلاس	کل کیس زیر غور	اوسط کیس فی اجلاس	کل فیصلے	عمل درآمد	زیر عمل
2008	14	137	09.78	137	137	Nil
2009	22	180	08.18	180	175	05
2010	16	180	11.25	180	174	06
2011	18	175	09.72	175	138	37

قومی اقتصادی کونسل کی ایگزیکٹو کمیٹی (ایکنک) کے اجلاس

سال	کل اجلاس	کل کیس زیر غور	اوسط کیس فی اجلاس	کل فیصلے	عمل درآمد	زیر عمل
2008	01	44	44.00	44	35	09
2009	02	77	38.50	77	59	18
2010	02	73	36.50	73	38	35
2011	03	85	28.33	85	30	55

Scanned with CamScanner

بلوچستان ترقیاتی پیکیج......

صوبے کی ترقی کے لئے پیپلز پارٹی کی حکومت کے عملی اقدامات

محمود ا

بلوچستان پاکستان کے تقریباً آدھے رقبے پر پھیلا ہوا بڑا اہم صوبہ ہے۔ بین الاقوامی طور پر بھی اس کی اپنی ایک پہچان ہے۔ افغانستان اور ایران کی سرحدیں اس خطے کو نمایاں کئے ہوئے ہیں۔ دنیا کی اہم ترین گوادر پورٹ بھی یہاں واقع ہے۔ سات سو کلومیٹر پر پھیلی دنیا کی منفرد ساحلی پٹی بلوچستان کی زیبائش ہے۔ 2011ء میں وزیراعظم اور عسکری حکام کے بلوچستان کے دورے بہت اہمیت کے حامل رہے۔ جن میں ترقیاتی منصوبوں کے بارے میں اہم فیصلے شامل ہیں تاہم کچھ پر باقاعدہ کام شروع ہو چکا ہے۔ وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے اپنے دورہ بلوچستان میں کمانڈ اینڈ اسٹاف کالج کوئٹہ میں فوجی افسران کے اسٹاف کالج کورس کے مکمل ہونے کے موقع پر منعقدہ تقریب سے خطاب کے دوران بلوچستان کے حوالے سے کہا کہ ساتویں نیشنل فنانس کمیشن ایوارڈ کے تحت بلوچستان ترقیاتی پیکیج میں اٹھارویں ترمیم اور کنکرنٹ لسٹ کا خاتمہ، اٹھارویں ترمیم سے معدنیات کی دولت بشمول سونا، تانبا اور کوئلہ بلوچستان کو منتقل ہوگئی ہے۔ ریکوڈک کے سونے اور تانبے کے ذخائر کے بارے میں تخمینہ لگایا گیا ہے کہ ان کی مالیت دو سو ساٹھ ارب ڈالر ہے۔ علاوہ ازیں وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی نے کہا کہ ”وفاقی حکومت نے گوادر پورٹ کے حوالے سے کسی بھی ملک کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے۔ جو بھی معاہدہ ہوگا وہ صوبائی حکومت کریگی، آغاز حقوق بلوچستان پیکیج پر مکمل عملدرآمد ہو چکا ہے۔ آئندہ کابینہ کا اجلاس بلوچستان میں رکھنے کا واحد ایجنڈا بلوچستان پیکیج اور صوبے میں جاری ترقیاتی منصوبوں کی تکمیل کے حوالے سے ہے۔ میں کسی منصوبے کا سنگ بنیاد رکھنے کی بجائے منصوبے کی تکمیل پر افتتاح کرتا ہوں۔ ساتویں این ایف سی ایوارڈ کی تقسیم ہماری حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ صوبائی خودمختاری صوبوں کا دیرینہ مطالبہ تھا جسے موجودہ حکومت نے 18 ویں ترمیم کے تحت پورا کر دیا ہے“۔

گوادر انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کا افتتاح کرتے ہوئے چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے کہا کہ ادارے کے قیام کا مقصد مقامی افرادی قوت کو ہنرمند تعلیم سے آراستہ کر کے انھیں اس قابل بنانا ہے کہ وہ باعزت روزگار کما کر ملکی تعمیر و ترقی میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکیں۔ گوادر انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کا اجراء ایسا اقدام ہے جس سے صوبہ بلوچستان اور بالخصوص گوادر کو ترقی ملے گی۔ بلوچستان کی پسماندگی اور مسائل کی ایک بنیادی وجہ فنی تعلیم کی کمی ہے۔ پاک فوج اس مسئلے کے تدارک کے لئے مثبت اقدامات اٹھا رہی ہے تاکہ بلوچ نوجوان بھی اپنی خاطر خواہ صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر مادر وطن کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ پاک فوج

Scanned with CamScanner

بلوچستان کی تعمیر وترقی میں گراں قدر خدمات سرانجام دے رہی ہے۔تفصیلات بتاتے ہوئے چیف آف آرمی اسٹاف کا کہنا تھا کہ بلوچستان میں پاک فوج اور اسکے ذیلی اداروں کے زیراہتمام 44 اسکولوں اور 6 کالجوں میں 23,322 طلباء وطالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں جس میں چمالانگ تعلیم پروگرام کے تحت علم حاصل کرنے والے 4,418 بلوچ بچے بھی شامل ہیں۔چمالانگ تعلیم پروگرام کے تحت 567 بچے دوسرے صوبوں کی معیاری درسگاہوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔بلوچستان کے نوجوانوں کو پاک فوج میں شمولیت کے لئے خاطرخواہ مواقع فراہم کئے جارہے ہیں۔حال ہی میں 4000 بلوچ نوجوانوں کو فوج میں شامل کیا گیا جبکہ مزید پانچ ہزار بلوچ نوجوان پاک فوج میں شامل ہونے کے لئے جلد ہی تربیت کا آغاز کریں گے۔کوئٹہ میں قائم کئے گئے بلوچستان انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن میں تاحال 4500 طلباء تربیت مکمل کر چکے ہیں اور 3600 مزید طلباء اس مہینے میں تربیت کا آغاز کریں گے۔ پاک فوج کی بلوچستان میں مستقبل کی ترجیحات کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے کہا تھا کہ بلوچستان کے نوجوانوں میں اعلیٰ تعلیم کے مزید مواقع فراہم کرنے کے لئے کوئٹہ میں آرمی میڈیکل کالج، آرمی انسٹیٹیوٹ آف منرالوجی ، بلوچستان انسٹی ٹیوٹ آف ہیومن سائنسز اور کارڈک ٹریٹمنٹ سینٹر کا قیام بھی جلد عمل میں لایا جائے گا۔چیف آف آرمی اسٹاف جنرل اشفاق پرویز کیانی نے سوئی میں ملٹری کالج کے پہلے تعلیمی سیشن کی افتتاحی تقریب سے خطاب کے دوران کہا کہ ملٹری کالج سوئی کے بلوچستان میں قیام اور بروقت تعلیمی سیشن کے آغاز سے بلوچستان میں تعلیمی ترقی پر خوشگوار اثرات مرتب ہونگے۔الحمدللہ پاک فوج کی کاوشوں کی بدولت ملٹری کالج سوئی، بلوچستان، میں بروقت تعلیمی سیشن کا اجراء ممکن ہوا۔ بلوچستان اور پاکستان کے روشن مستقبل کے لیے نوجوانوں کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔پاک فوج بلوچستان کے نوجوانوں کو ترقی کے لیے ہر ممکن وسائل فراہم کرے گی۔پاک فوج بلوچستان کی تعمیرو ترقی کے لئے اپنا کردار ادا کرتی رہے گی۔

اپنے دورہ بلوچستان کے موقع پر ریاستوں اور سرحدی امور کے وفاقی وزیر نجم الدین خان نے کوئٹہ میں منعقدایک اجلاس سے کہا کہ بلوچستان میں وفاقی لیویز کو وسعت دینے کے لئے تیس ہزار مزید نفری بھرتی کی جارہی ہے جس کی منظوری صدر مملکت نے دے دی ہے۔سمری وزارت خزانہ کو بھجوادی گئی ہے۔ وفاقی لیویز کو امن وامان کی بحالی کے لئے تمام وسائل فراہم کئے جارہے ہیں جن میں جدید اسلحہ، گاڑیاں شامل ہیں۔اب وفاقی لیویز کو بھی باقاعدہ پنشن کی مراعات حاصل ہونگے۔بلوچستان کے قبائلی علاقوں کو مدنظر رکھتے ہوئے وفاقی لیویز کی بھرتی ضلعی سطح پر کی جائے گی اور مقامی لوگوں کو ترجیح دی جائے گی تاکہ وہ اپنے علاقوں میں مزید تندہی سے خدمات سرانجام دے سکیں۔پولیس اور دوسری فورسز کی طرح وفاقی لیویز کو بھی جدید تربیت دی جائے گی۔

وفاقی وزیر داخلہ رحمان ملک نے اپنے دورہ بلوچستان کے دوران کہا کہ متاثرہ علاقوں میں امن کی بحالی کے لئے ہر ممکن اقدامات اٹھائے جارہے ہیں اور حکومت امن وامان کے لئے بالکل سنجیدہ ہے۔علاوہ ازیں وفاقی وزیر داخلہ رحمان ملک نے سینیٹر حاجی لشکری رئیسانی کے ساتھ ملاقات کے دوران کہا کہ بلوچستان میں فرقہ واریت کے خاتمے کیلئے بین الاقوامی کانفرنس بلائی جائے گی جس میں مذہبی رہنماء اور ہر مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء بھی شرکت کرینگے۔ ناراض بلوچ رہنماؤں سے بات چیت کے لئے تیار ہیں ۔ کچھ قوتیں بلوچستان کے امن کو خراب کرنا چاہتی ہیں جن کی سرکوبی کیلئے صوبائی حکومت تمام وسائل بروئے کار لارہی ہے ۔لاپتہ افراد کی بازیابی کیلئے کمیشن کام کررہا ہے۔بلوچستان معدنیات سے مالا مال ہے۔وفاقی حکومت بلوچستان کی ترقی کے لئے تمام وسائل بروئے کارلارہی ہے تاکہ اسے ملک کے دوسرے صوبوں کی طرح ترقی یافتہ بنایا جاسکے۔

صوبہ بلوچستان کے عوام توقع کرتے ہیں ان اعلانات پر عملدرآمد سے انہیں دہشت گردی، بے روزگاری سے نجات ملے گی اور امن وامان کی بحالی، وسائل کی منتقلی ،تعلیم اور صحت کے حوالے سے سہولیات ، دور دراز پھیلے صوبے کے رقبے پر سڑکوں کی تعمیر سے بنیادی سہولیات میسر آئیں گی اور آغاز حقوق بلوچستان پیکیج پر عملدرآمد سے صوبے کے بے روزگاروں کو روزگار کے مواقع حاصل ہوں گے۔ یہاں کے غریب عوام اُمید واثق کئے ہوئے ہیں کہ حکومت صوبے کے دیگر اہم عوامی مسائل جلد حل کریں گے۔

Scanned with CamScanner

ڈیکلیریشن میں فرد کی آزادی، زندگی، عزت نفس، بھائی چارے، سیاسی، معاشی، مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی حقوق کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

پاکستان میں انسانی حقوق کی بحالی کا زیادہ تر کریڈٹ پیپلز پارٹی کو جاتا ہے کیونکہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر کے بعد دنیا بھر میں تو انسانی حقوق کے حوالے سے کافی تبدیلی آچکی تھی اور ہر ملک میں سرگرمی دکھائی دیتی تھی مگر پاکستان کو آزاد ہوئے ۲۳ سال گزرنے کے باوجود حالات جوں کے توں تھے۔ لولی لنگڑی جمہوریت اور طویل مارشل لاء نے عوام کو کھل کر سانس بھی لینے نہیں دیا تھا، سرمایہ داروں نے ہر طرف پنجے گاڑے ہوئے تھے۔ تبدیلی کے خواہاں کسی مسیحا کی تلاش میں تھے۔ تب ذوالفقار علی بھٹو نے نظام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور پسے ہوئے طبقے کو آواز دی۔ ان کی جدوجہد رنگ لائی اور طویل مارشل لاء کے بعد ایک مرتبہ پھر عنان اقتدار عوام کے ہاتھ میں آگئی۔ قائدِ عوام کو عام آدمی کی مشکلات کا اندازہ تھا اس لئے انہوں نے عام آدمی کو اقتدار کے ایوانوں میں پہنچنے کا موقع دیا تا کہ وہ اپنے طبقے کے مسائل خود حل کرنے کے قابل ہو سکے۔

سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے سب سے پہلے ۱۹۷۳ء کا آئین متفقہ طور پر منظور کرایا جس میں انسانی حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی گئی اور اسے حکومت کی ذمہ داری قرار دیا گیا۔ ۱۹۷۲ء میں ایک آرڈیننس کے ذریعے فیکٹریوں میں ملازمت کرنے والے ورکروں اور مزدوروں کو ملازمت سے بلاوجہ فارغ کئے جانے پر پابندی لگادی گئی اور ان کی بہتری کے لئے لیبر کورٹس قائم کی گئیں تا کہ انہیں جلد انصاف مل سکے۔ اسی طرح فیکٹریوں کی انتظامی کمیٹیوں میں ورکروں کی شمولیت کے لئے اصلاحات کی گئیں تا کہ جو بھی قواعد بنائے جائیں اس میں مزدوروں کی شمولیت کو ضرور مدِ نظر رکھا جائے۔ مزدوروں اور ان کے خاندانوں کو صحت اور تعلیم کی سہولتیں مہیا کرنے کے لئے فیکٹری مالکان پر ٹیکس لگایا گیا۔ اسی طرح اولڈ ایج بینیفٹ سکیم متعارف کروائی گئی تا کہ فیکٹری ورکروں کو ریٹائرمنٹ پر پینشن مل سکے۔

خواتین ہمارے معاشرے کا سب سے مظلوم طبقہ تھیں۔ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے فرمودات میں واضح طور پر فرمایا کہ خواتین کو ہر شعبہ زندگی میں آگے لانا ہوگا تا کہ وہ ملک وقوم کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کرسکیں مگر اس پر سالہا سال تک عمل نہ ہوا۔ اس کا بیڑہ بھی قائدِ عوام ذوالفقار علی بھٹو نے اٹھایا اور خواتین کے مسائل حل کرنے کے لئے وزارت قائم کی۔ یوں خواتین کی وزارت قائم کر کے خود انہیں اپنے مسائل حل کرنے کا موقع دیا۔ پاکستانی معاشرے کی وہ عورت جو پہلے گھر سے نکلتے ہوئے گھبراتی تھی، اسمبلیوں میں پہنچی اور اپنی اہلیت کو ثابت کیا۔ اسی دور میں خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیمیں وجود میں آئیں جبکہ اس سے قبل اس کی صرف ایک دو مثالیں موجود تھیں۔

سابق وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے

اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں انسانی حقوق کی بحالی کے ابتدائی چارٹر کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ یونیورسل ڈیکلیریشن آف ہیومن رائٹس کی تیاری میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کے بہت سے اہم نکات شامل کئے گئے کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری خطبہ میں جس صراحت کے ساتھ انسانی حقوق بیان کئے ہیں اس کی مثال پہلے کہیں انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

Scanned with CamScanner

اپنے دورِ حکومت میں انسانی حقوق کی بہتری کے لئے اقدامات کئے۔ ۱۹۹۳ء میں جب پیپلز پارٹی برسرِ اقتدار آئی تو محترمہ بےنظیر بھٹو نے ہیومین رائٹس سیل قائم کرنے کے احکامات جاری کئے تاکہ انسانی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔ ہیومین رائٹس سیل کی بنیاد پر باقاعدہ وزارت قائم کی جانی تھی مگر سیاسی اتار چڑھاؤ کی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا اور اسے وزارت قانون و انصاف سے منسلک کر دیا گیا جسے بعد میں قائم ہونے والی حکومت نے وزارت کا درجہ دیا۔ محترمہ بےنظیر بھٹو کو انسانی حقوق کا اس حد تک خیال تھا کہ انہوں نے پیپلز پارٹی میں بھی ہیومین رائٹس ویمن ونگ قائم کیا تاکہ خواتین کے مسائل حل کر کے انہیں معاشرے کا فعال رُکن بنایا جاسکے۔

پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت بھی انسانی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے بھرپور اقدامات کر رہی ہے۔ آزادی اظہار کے جیسے مواقع موجودہ دور میں فراہم کئے گئے ہیں ان کی گزشتہ ادوار میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ سپیکر اسمبلی، وزارت خارجہ اور وزارت اطلاعات و نشریات جیسے اہم قلم دان خواتین کے سپرد کر کے انہیں آگے آنے کے بھرپور مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔ اسی طرح خواتین پر ظلم ڈھانے والوں کو سخت سے سخت سزا دینے کے لئے مجموعہ تعزیرات پاکستان ۱۸۶۰ء اور مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء میں ترامیم کی گئیں جس کے تحت خواتین پر تیزاب پھینکنے والوں کو ۱۴ سال قید بامشقت، عضو کاٹنے پر دس سال قید، خواتین کی قرآن سے شادی کرنے پر ۳ سے ۷ سال تک قید اور خواتین کی جبری شادی، ونی یا سوارہ دینے پر پانچ لاکھ روپے جرمانہ کیا جاسکے گا۔ پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت کا انسانی حقوق کی بحالی کے لئے سب سے بڑا کارنامہ انسانی حقوق کمیشن کے قیام کے بل کی منظوری ہے جس کے تحت کمیشن کا چیئرمین سپریم کورٹ یا ہائیکورٹ کے جج کی اہلیت کا حامل شخص ہوگا جس کی تقرری قائدِ حزبِ اختلاف کی مشاورت سے ہوگی۔ کمیشن کے ۵۰ فیصد ممبران حکومتی اور ۵۰ فیصد اپوزیشن سے شامل کئے جائیں گے۔ کمیشن کو انسانی حقوق سے متعلق ہر واقعہ کی تفتیش کا اختیار ہوگا اور تمام اداروں کو طلب کیا جاسکے گا، کام میں کوئی بھی ادارہ مداخلت نہیں کر سکے گا۔ کمیشن کے اہلکار کسی جیل، ادارے یا جگہ پر قید افراد سے مل سکیں گے۔ کمیشن ازخود کسی درخواست پر تحقیقات کر سکے گا اور متعلقہ حکومتی ادارہ ۳۰ یوم میں جواب دہ ہوگا۔

پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت بھی انسانی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے بھرپور اقدامات کر رہی ہے۔ آزادی اظہار کے جیسے مواقع موجودہ دور میں فراہم کئے گئے ہیں اِن کی گزشتہ ادوار میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ سپیکر اسمبلی، وزارت خارجہ اور وزارت اطلاعات ونشریات جیسے اہم قلم دان خواتین کے سپرد کر کے انہیں آگے آنے کے بھرپور مواقع فراہم کئے گئے ہیں۔

قومی انسانی حقوق کمیشن کے قیام سے انسانی حقوق کی فراہمی میں یقیناً بہتری آئے گی اور یہ سہرا بھی پیپلز پارٹی کے سر بندھے گا۔ پیپلز پارٹی ہمیشہ سے پسے ہوئے طبقات کے لئے آواز اُٹھاتی اور انہیں ان کے حقوق دلاتی رہی ہے۔ طاغوت کے شکنجے میں جکڑے ہوؤں کو رہائی دلاتی رہی ہے اور یہی اس کی انفرادیت ہے۔ اسی لئے انسانی حقوق کی بحالی کے لئے پیپلز پارٹی کا کردار پاکستان کی تاریخ کا سنہرا باب ہے۔

Scanned with CamScanner

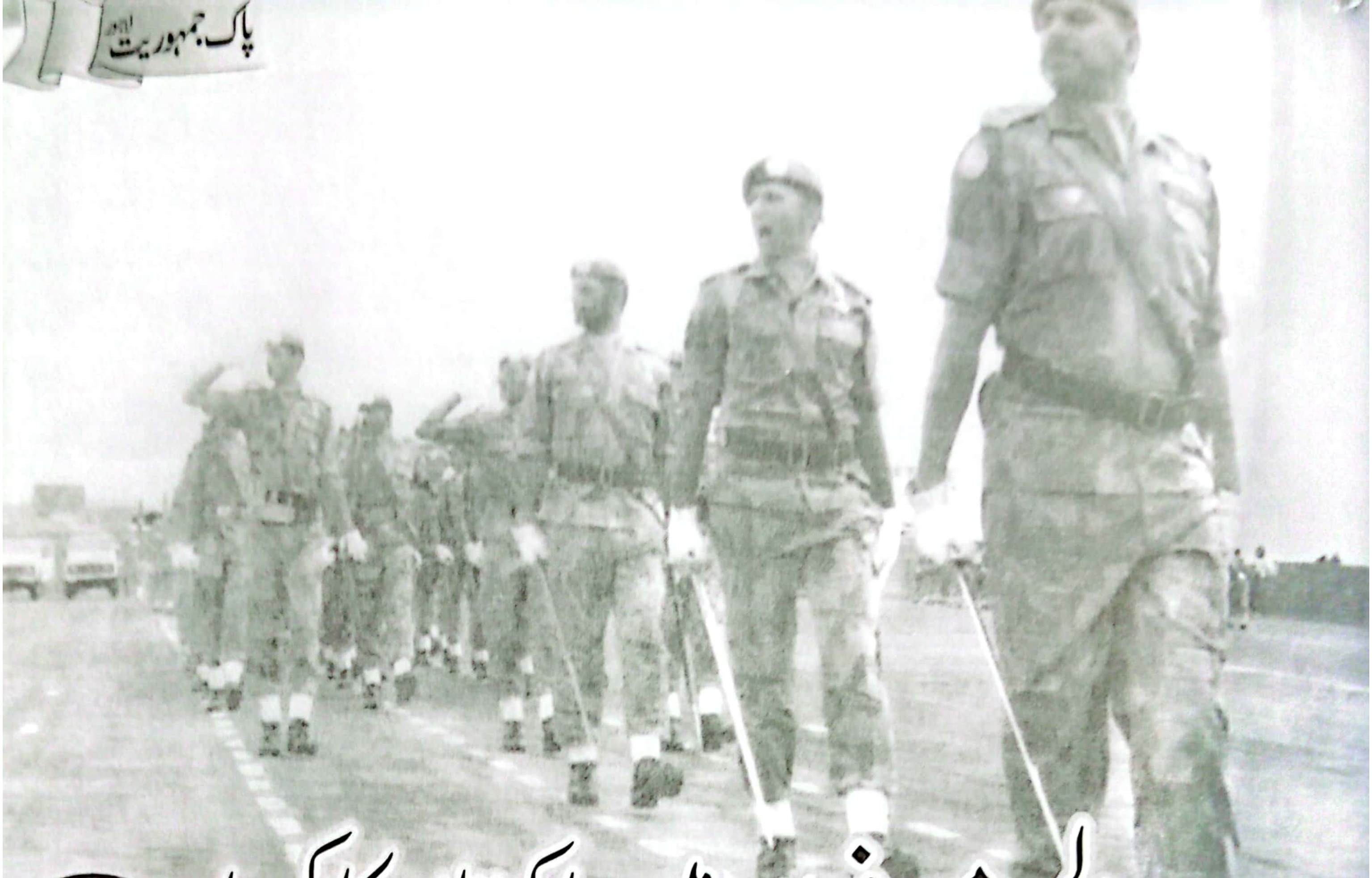

عالمی امن فورس میں پاکستان کا کردار

نجیم شاہ

اقوام متحدہ اپنے قیام کے ساتھ ہی مشترکہ مساعی سے بین الاقوامی امن اور تحفظ قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ دنیا کے شورش زدہ علاقوں میں امن وامان قائم کرنے کے لئے اقوام متحدہ نے باقاعدہ ایک عالمی امن فورس تشکیل دے رکھی ہے جس میں مختلف ممالک کے فوجی، سویلین سٹاف اور پولیس اہلکار حصہ لے رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کی امن فوج شروع میں ہلکے ہتھیاروں سے لیس تھی اور اس کے فرائض سرحدوں کا انتظام یا بعض ملکوں کے درمیان ہونے والے امن سمجھوتوں پر عمل درآمد کی نگرانی تھا جبکہ بعد میں اقوام متحدہ نے دنیا میں بدامنی والے علاقوں پر توجہ دینا شروع کی۔

اقوام متحدہ کی فوج دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے اور جس حصے میں اس کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے وہاں امن فوج بھیج دی جاتی ہے۔ اس وقت دنیا کے ۱۱۴ ممالک کے تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار فوجی، سویلین سٹاف اور پولیس اہلکار پندرہ مختلف مشنز میں قیام امن کی کوششوں میں مصروف ہیں اور ان مشنز میں اب تک ۱۲۰۱ اہلکار اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں جبکہ مجموعی طور پر ۶۴ مشنز میں ۲۸۵۶ اہلکار دنیا کے مختلف خطوں میں امن کوششوں کے لئے تعینات ہیں اور اب تک ۱۲۲ پاکستانی عالمی سطح پر قیام امن کے لئے شہید ہو چکے ہیں۔ شہادت کا رُتبہ پانے والے یہ اہلکار نہ صرف پاکستان کے بیٹے یا بیٹیاں تھے بلکہ اقوام متحدہ کی فیملی کا حصہ بھی تصور کئے جاتے رہے۔

پاکستان نے ۱۹۶۰ء میں اقوام متحدہ کی امن فورس میں شمولیت اختیار کی اور پانچ دہائیاں گزرنے کے باوجود اب بھی عالمی امن اور استحکام میں اپنا بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔

پاکستان نے دنیا میں امن وسلامتی کی کوششوں میں ایک سرکردہ ملک کا کردار ادا کیا ہے اور عالمی امن کے لئے اقوام متحدہ کی کوششوں میں ہر ممکن تعاون کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اس وقت دنیا کے کئی ممالک میں اقوام متحدہ کے مشن کام کر رہے ہیں جن میں تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار فوجی دستے، پولیس اہلکار اور سویلین سٹاف موجود ہے۔ یہ مشن افریقہ سے مشرق وسطیٰ، قبرص، کوسووو، مغربی صحارا اور ہیٹی تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ کی امن فورس میں ہر بارہواں

Scanned with CamScanner

پاکستانی ہے جن میں فوج، سویلین، پولیس اور میڈیکل یونٹ کا خواتین سٹاف شامل ہے۔ اقوام متحدہ کی فورس میں سب سے زیادہ پاک فوج کے جوان شامل ہیں جبکہ بائیس خواتین بھی امن کی کوششوں میں شریک ہیں۔ پاکستانی امن مشن شورش زدہ علاقوں میں امن کے قیام کے بعد زندگی کو معمول پر لانے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بھرپور انداز میں بروئے کار لایا۔

افواجِ پاکستان کے شیر جوانوں نے نہ صرف ملک بلکہ اقوام متحدہ کے امن مشن کا حصہ بن کر بھی قوم کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ امن فورس میں شامل ان جوانوں نے دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ جرأت حیدری کے امین پاک فوج کے جوان پہاڑوں سے ٹکرانے اور آگ کے دریاؤں سے گزرنے کا ہنر جانتے ہیں۔

اقوام متحدہ کے ریکارڈ کے مطابق امن مشن میں فوج بھیجنے اور مہاجرین کو پناہ دینے کے لحاظ سے ایک طویل عرصے تک پاکستان کا سب سے زیادہ حصہ رہا ہے۔ پاک فوج ایک بے مثال فوج ہے جس کی پوری دنیا میں ایک پہچان ہے۔ اقوام متحدہ کی قیام امن کے لئے کی جانے والی کوششوں میں پاکستان کئی برسوں تک سرفہرست رہا۔ ۲۰۰۹ء کے ریکارڈ کے مطابق پاکستان امن کوششوں کے حوالے سے سرفہرست رہا اور ملک کے ۱۰۶۲۶ اہلکار امن مشن کے لئے اپنا کردار ادا کرتے رہے جبکہ ۹۲۲۰ اہلکاروں کے ساتھ بنگلہ دیش دوسرے، ۸۶۱۷ اہلکاروں کے ساتھ بھارت تیسرے، ۵۷۹۲ اہلکاروں کے ساتھ نائیجیریا چوتھے اور ۳۸۵۸ کے ساتھ نیپال پانچویں نمبر پر رہا۔

پاکستان کے کل ۱۰۶۲۶ اہلکاروں میں ۹۸۴۰ فوجی اہلکار، ۶۶۲ پولیس اور ۱۲۴ ملٹری آبزرور تھے۔ ۲۰۱۰ء کے ریکارڈ کے مطابق بھی پاکستان سرفہرست رہا اور پاک فوج کے ۱۰۶۱۹ اہلکاروں سمیت ملک کے ۱۰۷۴۲ اہلکار خدمات انجام دیتے رہے جبکہ موجودہ سال ۲۰۱۱ء میں ایک طویل عرصے بعد پاکستان ۱۰۵۸۱ اہلکاروں کے ساتھ دوسرے نمبر پر چلا گیا ہے۔

اقوام متحدہ کی امن فورس میں پاکستانی فوج کے کردار کو ہمیشہ سراہا گیا۔ پاک افواج نے پہلی بار کانگو میں اپنا فوجی دستہ بھیج کر حصہ لیا اس کے بعد جرمنی، نمیبیا، سیرالیون، کویت، یمن، بوسنیا، آئیوری کوسٹ، ہیٹی، کانگو، سوڈان، مشرقی تیمور، لائبیریا، نیوگنی سمیت کئی دیگر ممالک میں فوج بھیج کر قیامِ امن کے لئے اپنی خدمات انجام دیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ اقوام متحدہ کے جھنڈے تلے پاکستانی فوج جہاں بھی گئی وہاں عوام کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھتے کیونکہ انہیں یقین ہو جاتا تھا کہ پاکستانی فوج کی موجودگی میں امن قائم ہو کر ہی رہے گا۔ دنیا بھر میں پاک فوج کے امن مشن کی اقوام متحدہ نے ہمیشہ پذیرائی کی ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے مطابق پاکستانی امن مشن فوج نے ہر طرح کے مشکل حالات میں بخوبی اپنا پیشہ ورانہ کردار ادا کیا جو پاکستان اور اقوام متحدہ کے درمیان بہترین تعلقات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ جمہوریہ کانگو میں امن مشن کے لئے تعینات پاک فوج کے ساڑھے تین ہزار اہلکاروں کو اقوام متحدہ ان کی شاندار کارکردگی پر مختلف ایوارڈز اور سرٹیفکیٹس دے چکا ہے جبکہ امن مشن کے دوران شہید ہونے والے پاکستانی اہلکاروں کو بعد از شہادت اعلیٰ ترین اعزاز ''ڈیگ ہیمر سکالڈ'' ایوارڈ سے نوازا گیا۔

دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے اقوام متحدہ کی امن فوج کا ایک بڑا کردار ہے۔ اس سلسلے میں امن فوج نے مختلف ممالک میں اپنی جانوں کی جو قربانیاں دیں وہ رائیگاں نہیں جائیں گی بلکہ عالمی سطح پر امن قائم کرنے میں اہم کردار ادا کرینگی۔ امن فورس میں شامل پاکستانی نہ صرف دیارِ غیر میں اپنے ملک کے سفیر ہوتے ہیں بلکہ اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے اور اقوام متحدہ کی عالمی امن کے لئے کوششوں میں اُس کے شانہ بشانہ خدمات انجام دینے پر پاکستانی عوام بھی اپنی فوج سے بہت پیار کرتے ہیں۔ پاک فوج کا نصب العین چونکہ ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے اس لئے ہمیں خوشی ہے کہ ہماری فوج اقوام متحدہ کے جھنڈے تلے دنیا میں قیام امن کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کر رہی ہے اور ہمارا یہ حصہ عالمی بھائی چارے پر مبنی ہے۔ زمانہ امن ہو یا جنگ پاک فوج نے اپنی خدمات نہ صرف قوم کے لئے پیش کی ہیں بلکہ افریقی، جنوبی ایشیائی اور عرب ممالک میں دوسرے فوجیوں کے ساتھ پاک فوج کا عملہ بطور مشیر شامل ہوتا ہے۔ پاک فوج دنیا کے خطرناک علاقوں میں عالمی ادارے کی مدد کر رہی ہے۔ موجودہ حالات میں اقوام متحدہ کی امن فوج کا مینڈیٹ قابل بھروسہ، واضح اور حقیقت پر مبنی ہونا چاہیے اور قیام امن آپریشنز کے لئے مناسب وسائل بھی مہیا کئے جانے چاہییں۔ شورش زدہ ممالک میں امن مشن کے لئے فرائض انجام دینے والے فوجیوں کے معاوضوں پر نظر ثانی ۱۹۹۲ء میں کی گئی تھی اور اس وقت سے یہ معاملہ التواء کا شکار چلا آرہا ہے۔

Scanned with CamScanner CamScanner

خواتین کے حقوق کے تحفظ کا بل۔ پیپلز پارٹی کی حکومت کی ایک اور کامیابی

عائشہ ارشد

خواتین دشمن روایات کے امتناع کے ایکٹ ۲۰۱۱ء کے مطابق بدلہ یا صلح کی شادی، ونی، سوراہ، جبری اور قرآن کے ساتھ شادی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے۔ اس بل کے ذریعے خواتین کے وراثت کے حقوق کا بھی تحفظ کیا گیا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ ایسی قانون سازی ہمارے معاشرے سے فرسودہ اور غیر اسلامی روایات کے خاتمے کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی اور عورتوں کے خلاف تضحیک آمیز رویوں کو بدلنے کا راستہ بھی ہموار کرے گی۔

خواتین کے حقوق کا تحفظ اور معاشرے میں انکے مساوی درجے کا حصول پاکستان پیپلز پارٹی کے منشور کا ایک اہم حصہ رہا ہے۔ وزارت بہبود خواتین کا قیام بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے دور اقتدار میں ہوا اور خواتین کے لیے علیحدہ بنک کے قیام کا سہرا بھی پاکستان پیپلز پارٹی کے سر جاتا ہے۔ اسی حوالے سے اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے موجودہ حکومت کی کارکردگی بھی قابل تحسین ہے۔ پہلے Harassment Bill کی منظوری اور اب خواتین دشمن روایات کے خلاف بل کی منظوری اس امر کی دلیل ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت خواتین کے حقوق اور معاشرے میں انکے مقام کے بارے میں آج بھی محترمہ بے نظیر کے وژن کو لے کر آگے بڑھ رہی ہے۔

خواتین کے استحصال کے خلاف بل کی منظوری سے جہاں یہ امید کی جارہی ہے کہ وطن عزیز میں ان کے خلاف خود ساختہ رسومات اور ظالمانہ رویوں کا خاتمہ کیا جا سکے گا وہاں یہ قانون معاشرتی ناہمواری اور دیگر شعبہ ہائے زندگی میں خواتین کے مثبت کردار کی راہ بھی ہموار کرنے میں مددگار ثابت ہوگا۔ ارکان پارلیمنٹ کا کردار اس معاملہ میں بھی قابل تحسین ہے کہ بل قومی اسمبلی میں متفقہ طور پر پاس کیا گیا۔ پیپلز پارٹی کے ارکان پارلیمنٹ ہمیشہ سے خواتین کے حقوق کے تحفظ کے لئے قانون سازی کے خواہاں رہے ہیں اور ہمیشہ ایسی قانون سازی پر مثبت ردعمل کا اظہار کرتے رہے ہیں جن کا تعلق خواتین یا اقلیتوں کے مساوی حقوق کے حوالے سے ہو۔

اس قانون سازی سے جہاں ہمارے معاشرے میں بہت سی فرسودہ اور غیر اسلامی روایات کو ختم کرنے میں مدد ملے گی وہاں اس سے بین الاقوامی سطح پر پاکستان کا امیج بھی بہتر ہوگا۔ بل کی منظوری اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ خواتین ارکان پارلیمنٹ اپنے کام میں سنجیدہ ہیں اور اپنی ذمہ داری کو احسن طریقے سے نبھا رہی ہیں۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بل کو عملی جامہ پہنایا جا سکے تاکہ اسکے فوائد عوام تک جلد پہنچ سکیں۔ سماجی حلقوں میں اس بل کی پذیرائی حکومت کی ایک بڑی کامیابی ہے اور اس امر کا احساس دلاتی ہے کہ حکومت عوامی مسائل حل کرنے کیلئے سنجیدہ ہے۔ پیپلز پارٹی جماعتی سیاست پر ملکی مفادات کو ترجیح دے رہی ہے۔ اس پس منظر میں اس بل کو جمہوری کامیابی کہنا غلط نہ ہوگا۔

Scanned with CamScanner

حب الوطنی کا تقاضا......ایک قومی سوچ کی ضرورت

پروفیسر شکیل ہوتی

وحدت ملی پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ملت اور قوم کی تشریحات بہت ہو چکیں۔ ان تمام مباحث کا حاصل یہ ہے کہ پاکستان کا خطۂ پاک جن لوگوں کا مسکن ہے وہ ایک ہی ملت اور قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں یہاں اکثریت اور اقلیت کی فضول بحث میں پڑنا نہیں چاہتا۔ پاکستانیت ہماری پہچان ہے اور اس قطعۂ چمن کا ہر پھول زیب طرّہ و دستار ہے۔ آج کل ہمارے سامنے جو سوال اژدہے کی مانند منہ پھاڑے کھڑا ہے وہ ہے پاکستانیت کی کمی۔

مقام تعجب ہے کہ ۶۵ سال گزرنے کے باوجود ہم قومیت کے تقاضوں سے ابھی دور ہیں۔ علامہ اقبال اور قائداعظمؒ نے ہمیں جو درس پڑھایا تھا وہ ہم بھول گئے ہیں۔ قومیت کا پہلا تقاضا تو یہ ہے کہ یہاں افغانی، تورانی سب لوگ وحدت ملی میں ضم ہو جائیں۔ صوبائیت اور قوم پرستی تنگ ذہنی کا مظہر ہیں کیونکہ یہ چیزیں اپنی انتہائی شکل میں دوسروں کی حق تلفی پر منتج ہوتی ہیں۔ شعوب وقبائل اسلام میں ایک شناخت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علامہ اقبال نے قوم پرستی کی ان معنوں ہی میں مذمت کی ہے۔ جس چیز کو انتہا پسند قوم پرستی کہتے ہیں۔ وہ ملکی اور قومی سوچ کے خلاف جاتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستانیت کے تصور کو نئی پود کے ذہنوں میں راسخ کرایا جائے۔ بظاہر تو تعلیمی اداروں میں مطالعہ پاکستان پڑھایا جاتا ہے۔ سیمینار اور کانفرنسیں بھی ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب بھی ہم اپنی منزل سے دور ہیں بلکہ ہر قدم پہ دوریٔ منزل کی مشکلات بڑھ رہی ہیں لیکن

"نہیں ناامید اقبال اپنی کشت ویراں سے"

ہمارا سہارا ہے ہمیں اندازہ نہیں کہ اس سوال کا جواب کیا ہے؟ لیکن مسئلے کی گھمبیرتا اور پیچیدگی یہ بتا رہی ہے کہ ہم سے بھول چوک ضرور ہوئی ہے۔ اس خطاواری میں ہماری گذشتہ قیادتیں، مذہبی علماء اور قومیت پرستی کے زعماء سب برابر کے شریک ہیں۔ اب بھی تلافی ہوسکتی ہے بشرطیکہ ہم ایماندارانہ مساعی کے ساتھ پاکستانیت کی ضرورت کو اجاگر کر لیں۔ نئی نسل نے تحریک پاکستان کی قربانیاں دیکھی نہیں ہیں۔ اب تو مطالعہ کی عادت ختم ہوتی جارہی ہے۔ پاکستانیت یعنی ایک قوم ہونے کے مقاصد اور فوائد کی وضاحت میں میڈیا اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

وطن کی محبت ایک فطری چیز ہے۔ اور محبت زبانی کلامی یا کوئی جذباتی چیز نہیں ہے۔ اس کے لئے عمل کی ضرورت ہے۔ اور عمل کی بنیاد ایک قومی سوچ ہونی چاہئے۔ جو لوگ مسلکوں، مشربوں اور تنگ نظر سیاسی قومیت پرستی کی بیماری میں مبتلا ہیں، ان کے لئے یہ مختصر تحریر شاید مضحکہ خیز ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدانخواستہ اس خطہ پاک پر کوئی آنچ آئی تو ہماری ساری تمنائیں اور آرزوئیں مٹی میں مل جائیں گی۔ ہم سب میں من حیث القوم قومی سوچ کی کمی کی ایک اور وجہ بھی ہے یہ وجہ وہ کالی بھیڑیں ہیں جو ہماری صفوں میں شامل ہوگئی ہیں۔ ان خونخوار درندوں کی نظروں میں قوم و ملک کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جو لوگ ملک و قوم کا سودا مفاد اور لالچ کی خاطر کرتے ہیں وہ میر جعفر اور میر صادق کے پیروکار ہیں۔ تاریخ تو انہیں معاف نہیں کرے گی لیکن ہماری قومی ذمہ داری بنتی ہے کہ ایسے وطن دشمن عناصر کی نشان دہی میں حکومت کا ہاتھ بٹائیں۔ مذہب اور قومیت پرستی کے نام پر خون آشامی قرون وسطیٰ کی یادیں ہیں۔ دراصل مذہب کے نام پر جو لوگ خنجر بکف ہیں۔ وہ مذہب کی روح سے ناآشنا ہیں۔

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا

اِنسانیت خون بہانے اور گلے کٹوانے سے نہیں آتی

وہ لوگ پاکستان کے دشمنوں کے بہکاوے میں آگئے ہیں۔ انہیں آزادی کی قدر نہیں۔ وہ اپنے اسلاف کی قربانیاں بھول چکے ہیں۔ انسانیت احترام آدمی ہے اور یہ منزل بغیر پاکستانیت کے حاصل نہیں ہوسکتی۔

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ دنیا ایک گلوبل ویلج ہے۔ اس میں مذہبی تنگ نظری فرقہ پرستی، اور قومیت پرستی کے مندر نہیں چل سکیں گے۔ ہمارے ملک کی قوم کی پہچان پاکستانیت ہوگی۔ لہٰذا آیئے پاکستانیت کو مضبوط کرلیں اور پاکستانی ہونے پر فخر کرنا سیکھیں۔

Scanned with CamScanner

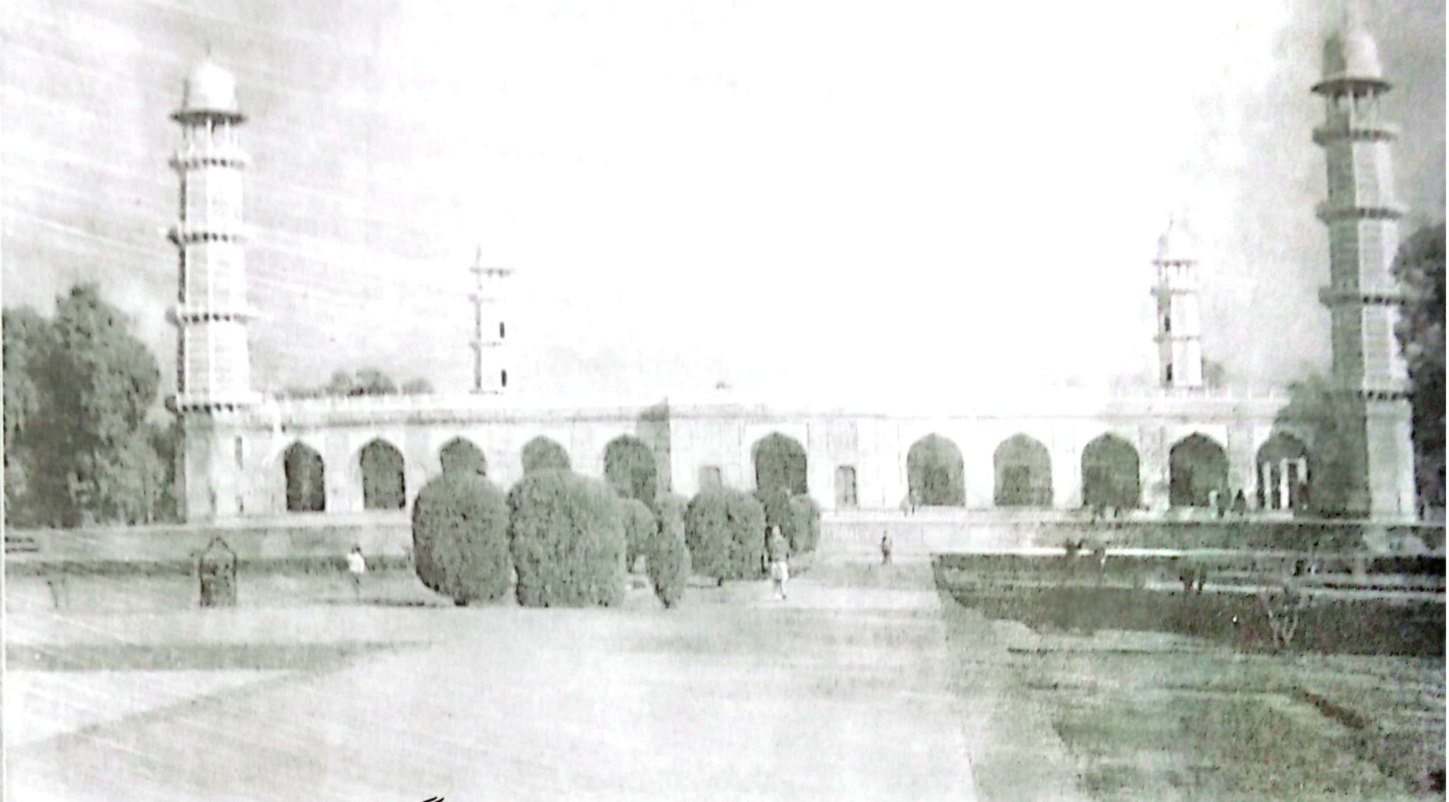

مقبرۂ جہانگیر، مقبرۂ آصف جاہ، مقبرۂ نور جہاں

لاہور کے تاریخی مقبرے

ناصر زیدی

مشہور صوفی شاعر خواجہ میر درد نے کبھی یہ مشورہ دیا تھا:

سیر کر دنیا میں غافل زندگانی پھر کہاں
زندگی گر کچھ رہی تو نوجوانی پھر کہاں

واقعی نوجوانی اور جوانی لوٹ کر نہیں آتی۔ گئی تو گئی، جب تک ہے، اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ خواجہ میر درد کے مشورے کو ہم نے گرہ میں باندھا ہوا تھا۔ بہت سیر و سیاحت کی۔ اب وہ لڑکپن، نوجوانی اور جوانی تو نہیں رہی مگر سیر و سفر کی للک بہر طور موجود ہے۔ دور دراز کا سفر نہ سہی آس پاس ہی کا سہی۔ چور چوری سے جائے ہیرا پھیری سے تو نہیں جاتا۔

ایک سہانے اتوار کے دن ہمارے جی میں آئی کہ مدتیں گزر گئیں جہانگیر کا مقبرہ، آصف جاہ کا مقبرہ اور نور جہاں کا مقبرہ دیکھے ہوئے چلو پھر سے چل کر دیکھیں تو سہی اب کیا حال احوال ہے؟ لگ بھگ چالیس برس بعد ہم نے چند افرادِ خانہ اور کئی عزیز نوجوانوں کی ہمراہی میں عزمِ سفر باندھا اور جا پہنچے منزلِ مقصود پر۔

بتاتا چلوں کہ اس تفریحی دورے سے پہلے ہم قلعہ رُہتاس، ہرن مینار، کلر کلہار، قلعہ لاہور جیسے تاریخی مقامات دیکھ چکے تھے۔ ان تمام مقامات کی اہمیت و افادیت کے حوالے سے بعض مضامین بھی قارئین کی دلچسپی کے لئے لکھ کر چھپوائے تاکہ نئی نسل میں شوقِ سیر و سفر نمو پا سکے اور اپنی عظمتِ رفتہ کو دیکھ کر مستقبل کے محل تعمیر کرنے کی لگن پیدا ہو سکے۔

مقبرۂ جہانگیر کہنے کو تو ایک مقبرہ ہے ایک شہنشاہِ وقت کا مقبرہ......! لیکن اس کی شہرت ایک یادگار قابلِ دید تاریخی عمارت کی بھی ہے۔ مغل طرز تعمیر کی لاثانی عمارت...... تاریخ کے صفحات میں

درج ہے، بلکہ اکثر بورڈوں کی صورت میں مقبروں کے احاطوں میں بھی تاریخ یاد کرائی گئی ہے کہ شہنشاہ جہانگیر ۱۶۲۷ء میں کشمیر کی سیر و سیاحت سے واپس آتے ہوئے راجوری کے مقام پر وفات پا گیا۔ اس کو ملکہ نور جہاں کے ملکیتی وسیع و عریض باغ ''دِل کشا'' میں دفن کیا گیا۔ یہ باغ اس وقت لاہور شہر سے تین میل کے فاصلے پر مغرب کی سمت دریائے راوی کے کنارے واقع تھا۔ اس کے گرد اگرد ایک بلند و بالا فصیل تھی۔ جہانگیر کا یہ مقبرہ اس کے بیٹے اور جانشین شہنشاہ شاہ جہان نے بنوایا۔ یہ دس سال کی مدت میں اُس زمانے کے دس لاکھ روپے کی خطیر رقم سے تیار ہوا۔ باغ کا سائز ۱۵۳۸x۱۵۳۸ ہے۔ ۱۶۳۷ء میں تکمیل پانے والا یہ مقبرہ انتہائی پُرکشش اور شاندار ہے اور لاہور کی تاریخی و ثقافتی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تاج محل آگرہ کے بعد مقبرۂ جہانگیر ایک منزلہ مربع عمارت ہے، جس کی ہر سمت یکساں ہے۔ مقبرے کے چاروں اطراف کے عین درمیان میں واقع یہ حصہ بڑا اہم ہے۔ مقبرے کی عمارت چار فٹ اونچے پلیٹ فارم پر بنائی گئی ہے۔ عمارت کی بیرونی اطراف اور میناروں کے نیچے والے حصے پر سنگِ سرخ لگایا گیا ہے۔ سنگِ سرخ کے دلوں پر سنگِ مرمر سے آرائش کا کام کیا گیا ہے۔ چاروں کونوں پر ہشت پہلو، پانچ منزلوں والے تقریباً ۱۰۰ فٹ اونچے مینار ہیں، جن پر سنگِ مرمر اور پیلے پتھر سے لہریا بنایا گیا ہے۔ اس عمارت کے گرد محرابی چھتوں والے برآمدے بنائے گئے ہیں۔ عمارت کے اندر کی طرف پھول دار ڈیزائن میں دیواروں پر نقاشی کی گئی ہے۔ قبر کا تعویز سنگِ مرمر اور عقیق سے آراستہ ہے۔ ان پر قیمتی پتھروں سے جڑائی کی گئی ہے اور اللہ کے ننانوے نام کندہ کئے گئے ہیں۔

مقبرۂ جہانگیر کو مہاراجہ رنجیت سنگھ سے پہلے تین حکمرانوں میں سے ایک، لہنا سنگھ کے ہاتھوں بہت نقصان پہنچا۔ رنجیت سنگھ نے اس کے خوبصورت آرائشی دروازوں کو اُکھڑوا کر امرتسر میں سکھوں کے مشہور گوردوارے ''گولڈن ٹمپل'' میں لگوا دیا۔

مقبرۂ جہانگیر کو سکھ دور کے فرانسیسی جرنیل آمائس نے اور پھر دوست محمد خان کے بھائی سلطان محمد خان نے بطور رہائش استعمال کیا۔

یوں مختلف ادوار میں یہ مقبرہ تاراج کیا جاتا رہا اور اپنے روایتی حسن سے ہاتھ دھوتا رہا۔ موجودہ دور میں اس کی حالتِ زار دیدنی ہے۔ مقبرے سے باہر پارکنگ کے لئے انتہائی گندی جگہ پر کار پارک کرنے کے لئے دس روپے کی مطبوعہ پرچی دے کر زبردستی بیس روپے لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح کی دھونس دھاندلی ویگنوں، بسوں، موٹر سائیکلوں، سائیکلوں بلکہ ''پیدل سواروں'' سے بھی روا رکھی جاتی ہے۔ بیرونی منظر خستہ حالی، بلکہ بدحالی کا نقشہ لئے ہوئے سیاحوں کو بھگانے کے کام آتا ہے۔ مقبرے کے اندر کے پارکوں میں مقامی لوگ کرکٹ، بیڈمنٹن اور فٹ بال کھیلتے نظر آتے ہیں۔ آوارہ کتوں کی بھرمار ہے، جن میں یقیناً پاگل کتے بھی ہوں گے جو ایک بے بس، بے یار و مددگار شہنشاہِ وقت کی آخری آرام گاہ کی پامالی اور یہاں آنے والوں کی سرکوبی یعنی ٹانگ دبوچنے پر کمربستہ نظر آتے ہیں۔

مقبرۂ جہانگیر کی اندرونی چاردیواری کے ساتھ ساتھ ۱۸۰ کمرے ہیں، جو کبھی سرائے، کبھی اصطبل بنے رہے حالانکہ ان کی تعمیر کے وقت علماء و ادباء و شعراء قسم کے مہمانوں کی مہمان نوازی کے لئے بطور مہمان خانہ استعمال مطمع نظر رہا ہوگا۔

مقبرۂ جہانگیر سے ملحقہ ایک اور قابلِ دید اور قابلِ داد آصف جاہ کا مقبرہ ہے جو اب نشانِ عبرت کے طور پر تھوڑا بہت محفوظ ہے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ مرزا ابوالحسن خطاب کا حامل آصف خان، ملکہ نور جہاں کا بھائی اور تاج محل آگرہ میں مدفون ملکہ ارجمند بانو بیگم ''ممتاز محل'' کا والد تھا۔ شہنشاہ شاہجہان کی حکمرانی کے آٹھویں سال اس کو ''خانِ خاناں'' اور کمانڈر انچیف بنایا گیا اور اس کے ایک سال بعد ہی لاہور کا گورنر بنا دیا گیا۔ آصف خان یا آصف جاہ ۱۶۴۱ء میں فوت ہوا۔ اس کو اکبری سرائے سے متصل جگہ پر دفن کیا گیا، جس پر شاہجہان نے اُس دور میں تین لاکھ روپے کی معقول لاگت سے مقبرہ تعمیر کرایا۔ یہ مقبرہ آٹھ پہلو عمارت کی صورت میں ہے، یہ مقبرہ وسیع و عریض باغ کے درمیان واقع ہے اور باغ کو چار حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ہر حصے میں تالاب، فوارے اور راستے بنائے گئے ہیں۔ یہ اپنے زمانے

Scanned with CamScanner
CamScanner

کی ایک شاندار عمارت ہے جو دراصل کثیر سنگِ مرمر کے پتھر کی جڑائی کر کے بنائی گئی تھی اور موتی تہہ والی کج کاری، پچی کاری اور غالب کاری سے اندرونی طور پر سجائی گئی تھی۔ بلب کی شکل کا اونچا گنبد سنگِ مرمر سے سجایا گیا تھا، جس پر قیمتی پتھروں سے جڑائی کا کام کیا گیا تھا۔ مقبرے کے باہر چبوترے پر سنگِ ابری لگایا گیا تھا جبکہ مقبرے کی بیرونی دیواروں پر سنگِ سرخ لگایا گیا۔ قبر کا تعویز جو کہ سنگِ مرمر سے بنایا گیا ہے اس پر اسی طرح عربی تحریر کندہ ہے، جس طرح مقبرۂ جہانگیر میں قبر کے تعویز پر عبارت کندہ کی گئی ہے۔ رنجیت سنگھ نے اس مقبرے پر بھی خوب لوٹ مار کی اور اس کا تمام عمدہ قیمتی پتھر امرتسر کے گوردوارے اور حضوری باغ میں استعمال کیا۔

اکبری سرائے کی چھت پر جب ہم نے کچھ نوجوانوں کو دیکھا تو سیکیورٹی گارڈز کو اس طرف متوجہ کیا۔ انہوں نے بھی ہماری اس بات سے اتفاق کیا کہ خستہ حال چھتوں پر چڑھنے سے کوئی بھی ناگہانی حادثہ ہوسکتا ہے۔ اکبری سرائے کے ہر کمرے کے سامنے برآمدہ ہے۔ کمروں میں کاٹھ کباڑ اور اینٹیں، پتھر بھرے ہوئے ہیں۔ اکبری سرائے میں مغلیہ طرز کے دو بڑے دروازے شمالی اور جنوبی سمت میں موجود ہیں۔ یہ سرائے دورِ شاہجہانی ہی کی تعمیر ہے۔ سرائے کے مغربی سمت کمروں کے درمیان تین شاندار گنبدوں والی مسجد ہے جس میں سنگِ سرخ کا زیادہ استعمال ہے اور سنگِ مرمر سے جڑائی کا کام لیا گیا ہے۔

مقبرہ جہانگیر اور مقبرہ آصف جاہ سے نکل کر ریل کی پٹڑی پار کریں تو نور جہاں کا مزار ہے۔ نور جہاں، شہنشاہِ ہند جہانگیر کی چہیتی بیوی تھی اور امور مملکت میں برابر کی شریک......! یہ مقبرہ آج بھی وہی تأثر پیش کر رہا ہے جس کا اظہار اپنے عہد کے نامور، قادر الکلام شاعر پروفیسر تلوک چند محرومؔ نے کیا تھا۔ گارڈن کالج راولپنڈی کے آنجہانی پروفیسر تلوک چند محرومؔ کے صاحبزادے پروفیسر جگن ناتھ آزاد بھی عہد آفریں شاعر تھے......تلوک چند محرومؔ نے پہلی بار مقبرۂ نور جہاں دیکھ کر جن جذبات و احساسات کا اظہار ایک نظم کی صورت میں کیا تھا، اُس کا ابتدائی شعر ضرب المثل کی حیثیت سے آج بھی مقبرے کے حالِ زبوں کا بھرپور عکاس ہے، یعنی:

دن کو بھی یہاں شب کی سیاہی کا گماں ہے
کہتے ہیں، یہ آرام گہہِ نورِ جہاں ہے

مہر النساء (نور جہاں) مرزا غیاث کی بیٹی تھی اور جہانگیر (۱۵۶۹ء تا ۱۶۲۷ء) کی محبوب بیوی تھی، وہ جہانگیر کی وفات ۱۶۲۷ء کے بعد ۱۸ سال تک زندہ رہی۔ ۱۶۴۵ء میں اس کا ۷۲ برس کی عمر میں انتقال ہوا۔ اس نے سالہا سال شہنشاہِ ہند کے دل پر اور برصغیر ہند پر حکمرانی کی۔ اس کا نام جہانگیر نے سِکوں پر بھی کندہ کر دیا۔ مقبرۂ نور جہاں کو اپنی زندگی میں نور جہاں نے ۴ سال کی مدت میں مکمل کرا لیا تھا، ۴ لاکھ روپے اس زمانے میں لاگت آئی تھی۔

یہ مقبرہ ۱۵۸ فٹ چوکور چبوترے پر تعمیر کیا گیا ہے۔ عمارت ۱۴۴ فٹ چوکور ہے۔ پہلی بلندی ۱۹ فٹ، ۴ انچ ہے۔ تابوتی چھتوں والے تمام کمرے سنگِ مرمر سے مزین تھے جن پر "پھول کاری" کا کام تھا۔ رنجیت سنگھ نے اسے بھی اکھاڑ کر تہس نہس کر کے رکھ دیا۔

سکھا شاہی حکومت نے مقبروں اور تاریخی عمارات کی اکھاڑ پچھاڑ کے سوا کچھ نہیں کیا۔ اسی لئے سکھوں کے عہد کی کوئی عمارت ایسی یادگار نہیں ہے جسے سیاح دیکھنے میں دلچسپی لیں۔ اُجڑی، پچھڑی مغلیہ عہد کی سب ہی عمارات اور مقبرے، بہر حال خود کو دیکھنے پر مجبور کرتے ہیں، ان کی مناسب دیکھ بھال اور اصل شکل وصورت میں بحالی کی اشد ضرورت ہے۔ حکومت کو محکمۂ آثارِ قدیمہ کو فعال کر کے بیرونی ملکوں کے اس مقصد کے لئے دیئے گئے فنڈز کو شفاف انداز میں استعمال کرنا چاہئے۔ سردست تو ان سب ہی عمارات سے ہر طرح ٹھیکیدار فائدہ اُٹھا رہے ہیں، عوام کے لئے پانی کی سہولت بھی مفت مہیا نہیں کی جا رہی......! اپنے اپنے دور کے یہ جابر و قاہر اور "ہر دلعزیز حکمران" اپنے مقبروں کے احاطے میں ناقص اشیاء کی انتہائی مہنگے داموں فروخت روکنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ ان مُردوں کی حُرمت زندوں کا فرض ہے اور زندہ لوگ ان مُردوں کا گوشت کھانے میں مگن ہیں۔ صفائی ستھرائی کا فقدان ہے۔ بڑے بڑے سبز گھاس کے تختے، خود رَو، بے تکی لمبی، اونچی گُتا

Scanned with CamScanner
CamScanner

گھاس کی زد میں ہیں۔

نور جہاں کے مقبرے کے اندرونی فرش پر سنگ مرمر اور بیرونی فرش پر سنگِ ابری اور بیرونی حصے کے پلیٹ فارم پر سنگِ ابری اور بیرونی دیواروں پر سنگِ سُرخ لگایا گیا تھا۔ اس پر سنگِ سرخ، سنگِ مرمر، کالے اور پیلے پتھر سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ مقبرے کا درمیانی محرابی حصہ سنگِ مرمر کے ایک پلیٹ فارم پر مشتمل ہے جس پر دو قبریں ہیں، ایک نور جہاں کی اور اس کی بیٹی لاڈلی بیگم کی۔

یہ پلیٹ فارم ۱۹۱۲ء میں دہلی کے مشہور زمانہ طبیب حکیم محمد اجمل خان نے بنوایا۔ سنگِ مرمر کا تعویذ کاریگری سے تیار کیا گیا اللہ تعالیٰ کے ۹۹ ناموں پر مشتمل ہے، بالکل جہانگیر اور آصف جاہ کے مقبروں کی طرز پر...... مقبرہ اور زیبائشی پتھر رنجیت سنگھ کی حکومت میں اُکھاڑ لئے گئے۔ زیرِ زمین حصے کو کھولنے کا حکم دیا گیا جہاں پر نور جہاں اور لاڈلی بیگم کی اصل قبور ہیں۔ ان قبروں کے کمرے سے رنجیت سنگھ کو جو کچھ ملا وہ لاشوں کے دو صندوق تھے جن کو لوہے کے کنڈوں کے ذریعے معلق کیا گیا تھا۔ کنڈے اور صندوق الگ کر لئے گئے اور لاشوں کو زیرِ زمین دفن کر دیا گیا!

اوپر کے جعلی مقبروں یا کیموفلاج کئے گئے مقبروں کے تعویذ دیکھ لینے کے بعد زیرِ زمین تہہ خانے میں اصل قبور دیکھنے کی غرض سے سیکیورٹی گارڈ سے رابطہ کیا تو وہ خاصی خطیر رقم لے کر ٹارچ کی روشنی میں نیچے تک لے گیا مگر وہاں اندھیرے اور ہو کا عالم دیکھ کر عجب وحشت طاری ہوئی اور خطیر رقم کے ضائع ہونے کا افسوس الگ ہوا۔

یہ جگہیں اب ملنے جلنے اور پکنک کی نہیں رہیں۔ ہمیں ایک جگہ سایہ دار درخت کے تلے بیٹھنے اور کھانے پینے کی سہولت کی فراہمی کے لئے ''دامے، درمے سخنے'' کے جن مراحل سے گزرنا پڑا، وہ ہر ایک کی استطاعات کے مطابق نہیں تھے......!

یہ وہ نور جہاں، بلکہ نورِ جہاں تھی جس کے بارے میں بے شمار قصے مشہور ہیں۔ ایک یہ بھی کہ جب وہ بادشاہ کے ساتھ شطرنج کھیلا کرتی تو شطرنج کے مہروں کی جگہ کنیزیں کھڑی کی جاتیں۔ آدھی سفید اور آدھی سیاہ لباس میں۔ ان کے سروں پر شطرنج کے مہروں کے حساب سے مخصوص ٹوپیاں بھی ہوتی تھیں......!

ایک باغ میں مغل شہزادیاں مینا بازار لگاتی تھیں۔ گلاب کے عطر کی کشید کے ساتھ ساتھ مینا بازار کا انعقاد بھی نور جہاں کا عطیہ ہے۔ باغ میں لگے مینا بازار میں ارجمند بانو کو ایک اندھی مالن نے ایک مالا دے کر کہا تھا جو یہ مالا پہنے گی وہ ملکہ ہندوستان بنے گی۔ شہنشاہ جہانگیر، شہزادہ شہریار اور دیگر شہزادے بھی مینا بازار کی رونقیں دیکھ رہے تھے۔ لاڈلی بیگم بھی موجود تھی اور شہزادہ خرم کی نگاہِ التفات کی منتظر تھی کہ شہزادہ خرم کی نظریں اس حسینہ عالم، ماہ رُخ، فرخندہ جبیں پر جا کے ٹک گئیں جو نقاب اٹھا کر مالا گلے میں ڈال رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ شاید اندھی مالن نے منہ مانگا انعام پانے کے لئے یہ افسانہ تراشا ہے، ورنہ کہاں وہ اور کہاں ملکہ ہندوستان......! لیکن کاتبِ تقدیر بہت پہلے لوحِ محفوظ پر یہ لکھ چکا تھا کہ ارجمند بانو دخترِ نیک اختر آصف خان ملکۂ ہندوستان ''ممتاز محل'' کے نام سے جانی پہچانی جائے گی اور اس کے نام پر ''تاج محل'' بنے گا جو ایک عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈالے رکھے گا۔ شاید اندھی مالن غیب کا علم جانتی تھی کہ اسی رات شہزادہ خرم نے ارجمند بانو کو اسی مینا بازار والے باغ میں بلا کر اپنی لازوال محبت کا یقین دلایا۔ بیچ میں یہ ٹکڑا الذیذ حکایت کے طور پر آ گیا موجودہ حقیقت یہ ہے کہ نور جہاں کے مقبرے کے حوالے سے سیاحوں کے لئے یہاں کوئی کشش والی بات نہیں، پھر بھی سیاح آتے ہیں اور بغیر رسید یا ٹکٹ کے، نگرانوں کی جیبیں بھاری کر جاتے ہیں۔ حکومت کو کیا ملتا ہے؟ وہی ٹکٹ کی رقم جو ہر مقبرے کی دید کی صورت میں ٹھیکیدار کی پرچی سے حاصل ہوتی ہے! نور جہاں کے مقبرے کے احاطے میں کوئی معقول ریسٹورنٹ بلکہ نامعقول بھی نہیں ہے۔ پینے کا پانی بھی نایاب ہے۔ ریل کی پٹڑی پار کر کے عہدِ موجود کے کسی بزرگ کے مزارِ سرِ راہ سے پانی منگوانا پڑتا ہے! پھر اپنے کولر، تھرماس، منرل واٹر کی بوتلیں لے جائی جائیں۔ ۴۰ برس بعد بھی نور جہاں کے مقبرے اور جہانگیر اور آصف جاہ کے مقبروں سے ہمیں سوائے عبرت کے کچھ حاصل نہ ہو سکا۔

www.dfp.gov.pk
Directorate General of Films & Publications
Government of Pakistan
Islamabad

Scanned with CamScanner